34

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

24 ستمبر 2003ء 26 رجب 1424ھ

www.tanzeem.org

- اُسامہ کہاں ہیں؟ (عالم الاسلام)
- فار ایکس فراڈ: ذمہ دار کون؟ (تجزیہ)
- گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ (مکتوب شکاگو)

اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

''اس نے شاہی دربار جانا چھوڑ دیا تو اُس کے بیوی بچوں کو بڑی فکر لاحق ہوئی۔ پانی میں رہ کر مگر مچھ سے دشمنی نہیں رکھی جا سکتی۔ مصاحب اور درباری بادشاہ سلامت سے بگاڑ پیدا کر کے سکون سے نہیں رہ سکتے' اسی لئے بیوی' بچوں کی پریشانی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ تین دن گزر گئے تھے اور وہ درباری اپنے گھر میں بیٹھ رہا تھا اور ہر وقت متفکر رہتا تھا۔ آخر چوتھے دن وہ گھر سے نکلا اور دربار کا رُخ کیا۔ بیوی نے کہا: ''اللہ کا شکر ہے تم گھر سے تو نکلے''۔ شوہر نے کہا: ''نیک بخت کیا کروں' مجبور ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا یہی حکم ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی سے بات کرنا نہ چھوڑنا۔ میں جاتا ہوں' معلوم کرتا ہوں' بادشاہ سلامت مجھ سے کیوں خفا ہیں۔''

یہ درباری' جس کا ذکر ہو رہا ہے' اپنے بادشاہ سے کیوں ناراض تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن برسرِ دربار بادشاہ نے اسے بلانا چاہا تو اُس کا اصل نام لینے کی بجائے ایک فرضی نام سے پکارا ''تاج الدین''۔ اس نے سمجھا' تاج الدین کوئی اور ہوگا۔ دوسرے درباریوں نے اُس کی طرف اشارے کئے: ''تاج الدین' تاج الدین''۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا کہ شاید کوئی اور درباری یا اجنبی تاج الدین ہوگا' لیکن سب کا اشارہ اُسی کی طرف تھا۔ وہ تعمیلِ حکم میں فوراً بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اُس وقت تک بادشاہ کا رویّہ بھی بے رُخی میں بدل گیا تھا۔ اُسے بڑی شدت سے اپنی رسوائی کا احساس ہوا۔ وہ آدمی وضع دار اور خوددار تھا' چپ چاپ اپنے گھر لوٹ آیا۔

بادشاہ کون تھا' بڑا اللہ والا' اللہ سے ڈرنے والا۔ التمش کا بیٹا اور رضیہ سلطانہ کا بڑا بھائی ناصر الدین محمود۔ امورِ سلطنت کی انجام دہی میں بھی طاق تھا اور اطاعت و بندگی کا بھی پورا خیال رکھتا تھا۔ کیوں نہ ہوتا' التمش جیسے تہجد گزار فرماں روا کا سعادت مند بیٹا تھا۔ یہ وہی ناصر الدین ہے جو قرآن مجید کی کتابت کر کے گزر اوقات کرتا تھا اور ہندوستان کے سرکاری خزانے کا مالک ہونے کے باوجود ایک پائی بھی اپنے اوپر خرچ نہ کرتا تھا۔ یہ سال چھ مہینے کی بات نہیں' بائیس سال کا قصہ ہے۔ ملکہ معظّمہ خود کھانا پکاتی' سیتی پروتی' جھاڑو دیتی' برتن مانجھتی۔ گھر کے سارے کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھی۔ ایک مرتبہ روٹی پکاتے پکاتے اُس کے ہاتھ جھلس گئے۔ نہ جانے کب کی بھری بیٹھی تھی۔ شوہر سے بولی ''خزانہ بھی بھرا ہوا ہے میرے لئے ایک کنیز نہیں رکھ سکتے۔ آخر مجھے بھی آرام چاہئے''۔ بادشاہ نے کہا: ''ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔ میں تو سلطنت کا خادم اور نگہبان ہوں۔ شاہی خزانے کی ایک پائی بھی اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتا ہوں۔ بے شک تمہیں تکلیف ہے' صبر کرو' آخرت میں اجر ضرور ملے گا۔''

وہ شکوہ سنج درباری تین دن کی غیر حاضری کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا: ''اتنے دن کیوں حاضر نہ ہو سکے''۔ جواب ملا: ''شاہا' اُس روز آپ نے مجھے تاج الدین کہہ کر پکارا تو مجھے خیال ہوا کہ آپ خفا ہیں' اور مجھے میرے نام سے بھی نہیں بلانا چاہتے''۔ بادشاہ نے کہا: ''واللہ! میں ہرگز تم سے خفا نہیں ہوں۔ میں اُس وقت باوضو نہ تھا' اس لئے مناسب معلوم نہ ہوا کہ تمہارا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں''...... اس درباری کا نام تھا: ''محمدؐ''۔

تاریخ کے جھروکے سے

ماخذ: تاریخ فرشتہ

سورۃ البقرہ

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (آیت 248، 249)

''اور پیغمبر نے اُن سے کہا کہ ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے تھے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اُس نے (اُن سے) کہا کہ خدا ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا (اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ) وہ میرا نہیں۔ اور جو نہ پیئے گا وہ (سمجھا جائے گا کہ) میرا ہے۔ ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو خیر۔ جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند شخصوں کے سوا سب نے پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے۔ تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اُس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ اُن کو خدا کے رُوبرُو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور خدا استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ طالوت کی بادشاہت کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ وہ تابوت جس کے اندر تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے تسکین کا سامان موجود تھا، تمہارے پاس واپس آجائے گا۔ اُس صندوق میں آل موسیٰ اور آل ہارون کے کچھ تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔

یہ تابوت سکینہ لکڑی کا ایک بڑا صندوق ہے۔ یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ صندوق اب بھی مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگ میں موجود ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے تعمیر کردہ ہیکل کے تہ خانے میں بہت سے ربی موجود تھے جب 586ق۔م میں اس کو گرایا گیا تو وہ سب نیچے دب گئے۔ تہ خانہ چاروں طرف سے بند ہو گیا اُن کی لاشیں اور تابوت سکینہ وہیں پڑا رہا۔ بعد ازاں جب بنی اسرائیل کی ناچاقیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پڑوسی ملکوں نے اُن پر حملہ کیا اور شکست دے دی تو وہ اُن سے تابوت سکینہ بھی چھین کر لے گئے۔ مگر ہوا یہ کہ بنی اسرائیل کے دشمن یہ تابوت جہاں لے کر گئے وہاں طاعون Plague پھیل گیا۔ انہوں نے سمجھا کہ اس تابوت کی نحوست کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے اُس تابوت کو چھکڑے پر رکھ کر بیلوں کو ہانک دیا کہ وہ جدھر مرضی ہے لے جائیں۔ یوں وہ تابوت اُس وقت سے غائب تھا۔ اب حضرت سیموئیل کی اللہ کی طرف سے نامزدگی کی علامت اس بات کو ٹھہرایا گیا کہ وہ صندوق طالوت بادشاہ کی امارت میں بنی اسرائیل کو واپس مل جائے گا۔ اُس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ چھکڑا تابوت لئے ہوئے ان کے ہاں پہنچ گیا۔ یقیناً اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ماننے والے ہو۔ یہ تابوت بنی اسرائیل کے لئے بہت اہم تھا کیونکہ اس میں اُن کے لئے روحانی تسکین کا سامان تھا حضرت موسیٰ کا عصا اور وہ تختیاں جن پر تورات لکھی ہوئی تھی وہ بھی اس میں موجود تھیں۔ یوں سمجھئے کہ اس تابوت کی اُن کے ہاں وہی حیثیت تھی جو مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کی ہے۔

تو طالوت جب اپنے لشکروں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دریا کے ذریعے تمہاری آزمائش کرے گا۔ یہ دریا (اُردن) ہے اس میں سے تمہیں ایک گھونٹ پانی اپنے چلو میں لے کر پینے کی اجازت ہے اور جو پیٹ بھر کر پی لے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ یہ اصل میں اس لئے تھا کہ ہر کمانڈر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ (Morale) دیکھے اور نظم وضبط کا جائزہ لے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر سے قبل مشاورت کی تھی اور ساتھیوں کا عندیہ معلوم کیا تھا۔

بہر حال اس موقع پر ایک قلیل تعداد کے علاوہ سب نے جی بھر کر پانی پی لیا۔ اب دریا پار کر لیا تو بہت تھوڑے اہل ایمان بادشاہ طالوت کے ساتھ رہ گئے۔ کیونکہ پیٹ بھر کر پانی پینے والے بے سُدھ ہو کر گر پڑے۔ یہ اسی طرح ہوا جیسا کہ غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ ایک ہزار آدمی لے کر مدینہ سے نکلے مگر عین وقت پر 300 آدمی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔

اب جو اہل ایمان طالوت کے ساتھ رہ گئے انہوں نے بھی کہہ دیا کہ واقعتاً ہمارے اندر جالوت اور اُس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ چنانچہ جالوت نے مبارزت طلب کی تو مقابلے پر کوئی نہ نکلا۔ اس موقعہ پر طالوت کے ساتھیوں میں سے وہ لوگ جنہیں اللہ کے ساتھ ملاقات کا یقین تھا کہنے لگے کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آئی یعنی آگے بڑھو ہمت کرو۔ بے ہمتی کا ثبوت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تمہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ نبویؐ

دوزخی مرد و عورتیں

چوہدری رحمت اللہ بتر

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ((صنفان من اهل النار لم ارهما، قوم معهم سیاط کاذناب البقر یضربون بها الناس ونساء کاسیات، عاریات، ممیلات، مائلات، رؤوسهن کاسنمة البخت المائلة، لایدخلن الجنة ولا یجدن ریحها، وان ریحها لتوجد من مسیرة کذا کذا)) (اخرجه مسلم و البیهقی و احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو قسم کے انسان ہیں جو دوزخی ہیں لیکن وہ ابھی میں نے نہیں دیکھے یعنی جو بعد میں ہوں گے۔ ایک وہ لوگ جن کے ہاتھ میں کوڑے ہوں گے گائے کی دم کی طرح جس سے لوگوں کو ماریں گے۔ اور ایسی عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ جو مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کریں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے پائی جائے گی۔''

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 18/9/03

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارشِ احوال واقعی!

گزشتہ ماہ ہم نے بحیثیتِ قوم 56واں یوم آزادی منایا۔ گو اس بار سرکاری سطح پر جشن تو نہیں منایا گیا' تاہم یوم آزادی کے حوالے سے معمول کی سرکاری وغیر سرکاری تقریبات کا انعقاد بھی ہوا اور عمائدین قوم کے بلند بانگ دعاوی پر مشتمل برس ہا برس کے گھسے پٹے معمول کے بیانات بھی سننے اور پڑھنے کو ملے جن میں ان نیک عزائم کا بابانگ دہل اعلان بھی شامل تھا کہ ''ملکی سالمیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے'' اور ''کسی کو وطن عزیز پر میلی نگاہ ڈالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی'' وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ عالمی پریس میں پاکستان اور پاکستانی قوم کے حوالے سے جو تبصرہ آمیز بیانات ان دنوں شائع ہوئے' ان میں ہماری جگ ہنسائی کا عنصر بہت نمایاں تھا۔ دنیا کی نگاہوں میں یہ قوم تضادات کا مجموعہ ہے' باہمی نااتفاقی اور اندرونی خلفشار کی شکار ہے' زمینی حقائق کا مواجہہ کرنے کی بجائے خوابوں کی دنیا میں رہنے کی عادی ہے' 56 سال گزرنے کے بعد آج بھی سیاسی طور پر نابالغ ہے اور معاشی دیوالیہ پن ہی نہیں اخلاقی افلاس سے بھی ہمکنار ہو چکی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سطورِ بالا میں بیان کردہ حقائق پاکستانی معاشرے کی صحیح عکاسی نہیں کر رہے؟ — کیا یہ درست نہیں ہے کہ ہمارے تمام قومی ادارے تباہی و بربادی کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں' اور ''اِک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا۔ اس کو بھی تو نے آخر چرکا لگا کے چھوڑا'' کے مصداق واحد بچ رہنے والا ''مقدس ادارہ'' جسے ہم فوج کے نام سے جانتے ہیں' آج اپنا تقدس و احترام کھو کر عوام کی نگاہوں میں جبر و استحصال کی علامت بن چکا ہے۔

نفاق کی علامات یعنی کرپشن' وعدہ خلافی' جھوٹ اور باہمی نااتفاقی جیسے مہلک امراض پورے جسد ملی پر پھوڑے پھنسیوں کی مانند اس طرح مسلط نظر آتے ہیں کہ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم! —— منصوبہ بندی' پلاننگ' ملکی تعمیر و ترقی کے لئے مخلصانہ غور و فکر' قومی مفادات کے لئے ذاتی مفاد کی قربانی' یہ سب محض الفاظ ہیں جن کا خارج میں کوئی مصداق دور دور نظر نہیں آتا۔ 56 برس گزرنے کے باوجود آج بھی ہم اپنی منزل کا تعین نہیں کر سکے۔ حد تو یہ ہے کہ ہماری کوئی تعلیمی پالیسی بھی آج تک معین نہیں ہو سکی۔ اس کشتی کے ناخدا ہی نہیں عوام بھی منزل کے شعور سے بے بہرہ نظر آتے ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کی مثال آج بے لنگر کے جہاز کی ہے اور پاکستانی قوم ایک کٹی ہوئی پتنگ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ آزادی کی جو عظیم نعمت ہمیں نصف صدی قبل حاصل ہوئی تھی وہ بھی بڑی تیزی کے ساتھ ہمارے ہاتھوں سے پھسل رہی ہے —— ہم بہت حد تک اپنی آزادی سے خود ہی دستبردار ہو چکے ہیں اور اسے طشت میں رکھ کر اپنے امریکی آقاؤں کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں اور باقی ماندہ بچی کھچی آزادی بھی شدید طور پر معرضِ خطر میں ہے' لیکن بدنصیبی کی بات یہ ہے کہ ہم اب بھی جاگنے کو تیار نہیں ہیں۔

سیدھی سی بات یہ ہے کہ ہم جب تک بحیثیت قوم اپنا قبلہ درست نہیں کریں گے اور جب تک پاکستان کی اصل منزل یعنی حقیقی اسلام کی طرف مثبت اور ٹھوس پیش رفت نہیں کریں گے' ہماری حالت کے سدھرنے کا بظاہر احوال کوئی امکان نہیں ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ﴾۔

(حافظ عاکف سعید)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
34	18 تا 24 ستمبر 2003ء / ۲۰ تا ۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ	12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
مدیر (اشاعتِ خصوصی): سید قاسم محمود
نائب مدیر: فرقان دانش خان

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 5. روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ابلیس کی مجلس شوریٰ

اس دفعہ کے ندائے خلافت کا اداریہ پڑھا ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' بہت لطف آیا۔ یہ علامہ اقبال کی ایسی نظم ہے جس کی یورپ میں زیادہ سے زیادہ پبلسٹی ہونی چاہئے۔ اگر آپ مجھے اس کا انگریزی ترجمہ فراہم کر سکتے ہوں تو ممنون ہوں گا۔ (محمد نعیم' ایم ایس سی' ٹورنٹو حال مقیم 785/R ماڈل ٹاؤن' لاہور)

[ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ کسی شمارے میں اس نظم کا انگریزی ترجمہ پیش کریں۔ مدیر]

26 واں روزہ' 27 ویں شب

پاکستان 14/ اگست 1947ء کو قائم ہوا۔ اس دن جمعرات تھی۔ 26 واں روزہ تھا اور ہجری سن 1366۔ ہم نے 15 اگست کو جمعۃ الوداع ادا کیا تھا۔ اس سال عیدالفطر 29 روزوں کے بعد 18/ اگست سوموار کو ہوئی۔ 14/ اگست کی شب کو (بارہ بجے پاکستان قائم ہوا اور دوسرے دن 15 اگست کو بھارت آزاد ہوا۔ بعض لوگ 27 رمضان کو پاکستان کا قائم ہونا بتاتے ہیں' جو کہ غلط ہے۔

(چوہدری نذیر احمد' فیصل آباد)

[نہیں چوہدری صاحب' غلط آپ ہی ہیں۔ تا 28 واں روزہ تھا تو شب ستائیسویں ہوگئی نا۔ ستائیسویں کی شب کو ٹھیک بارہ بجے ریڈیو پاکستان لاہور سے پہلی بار اناؤنسر مصطفیٰ علی ہمدانی کی آواز گونجی تھی: "یہ ریڈیو پاکستان ہے" یہ رمضان کی ستائیسویں شب تھی اور ٹھیک بارہ بج کر ایک منٹ پر اعلان نشر ہوا تھا۔]

محمد بن قاسم کی عمر

میں نے اول تا آخر نہایت توجہ سے ''نظریہ پاکستان نمبر'' حرف حرف سب کچھ پڑھا۔ آپ نے ایک کام بہت اچھا کیا کہ کسی مسلمان بادشاہ کی کمزوری' خامی' برائی کو ظاہر نہیں کیا۔ اچھائی اور نیکی کے پہلو مدنظر رکھے۔ دو قومی نظریئے کی وضاحت اور دیگر وضاحتیں بھی ٹھیک ہیں۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ نے ڈاکٹر مبارک علی کی ''ہفوات'' کے عمدہ جواب دیئے ہیں۔ ان کی تحریریں پڑھ کر عقل ماؤف ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ صاحب تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ''اکبر نے دین الٰہی سرے سے ایجاد نہیں کیا تھا۔''

اچھا ___ ایک بات آپ اپنی رو میں غلط طور پر دہرا گئے۔ یعنی حملے کے وقت محمد بن قاسم کی عمر سترہ برس تھی۔ میری نظروں میں بہت عرصہ پہلے ایک مورخ مولانا جن کا نام میں بھول گئی ہوں' کہ تحریر گزری تھی۔ جنہوں نے کئی محققین کے حوالے سے یہ بات ثابت کی تھی کہ ابن قاسم کی عمر اس وقت 17 نہیں 31 سال تھی۔ یہ بات اس لئے بھی دل کو لگتی ہے کہ ابن قسم 17 سال کی عمر میں سندھ پہنچے۔ 3 سال وہاں گزارے۔ پھر واپس بلا لئے گئے اور اس حساب سے ان کی عمر 20 سال ہوئی اور ان کے جن دو بیٹوں کا تذکرہ ملتا ہے' ان کی عمر 15 اور 12 سال کی تھیں۔ یعنی پہلے بیٹے کی پیدائش کے وقت ابن قاسم 5 سال کے تھے ___ حد ہو گئی حماقت کی! اسی طرح طارق بن زیاد کی عمر بھی مورخین 17 سال بتاتے ہیں۔ بوقت حملہ' سپین' بلکہ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دینے والے عقبہ بن نافع کی عمر بھی 17 سال بتائی جاتی ہے۔ یہ 17 سال ہمارے مورخین کو بہت ہی عزیز عمر لگتی ہے۔ آپ سے تو ایسی کوتاہی کی توقع نہیں تھی؟

مولانا فضل حق خیرآبادی کا صحیح مرتبہ

''ندائے خلافت'' کے ایک گزشتہ شمارے میں سید احمدؒ اور شاہ اسماعیلؒ کے جہاد کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے صاحب مضمون سید قاسم محمود صاحب نے مولانا فضل حق خیرآبادی کے بارے میں جو ریمارکس دیئے ہیں' اس سے فرقہ وارانہ ذہن کی عکاسی ہوتی ہے۔ اگر مولانا فضل حق خیرآباری اسلام میں جہاد کے متعلق صحیح رائے نہ رکھتے تھے تو پھر انگریزوں نے ان کو کس جرم میں عبور دریائے شور کیا اور ان پر وہ سختیاں کیں جن کا برداشت کرنا انسانی طاقت کے بس میں نہ تھا۔

''ندائے خلافت'' بہت اچھا رسالہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر آشوب دور میں بڑی بے خوفی سے اسلام کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ اس لئے اصحاب ادارہ سے درخواست ہے کہ ایسی کوئی بات چھپنے نہ دیں جس سے فرقہ وارانہ ذہن کی بو آئے اور کسی دوسرے مسلک کے لوگوں کی دل آزاری ہو۔ اس خط سے میرا مقصد کوئی بحث چھیڑنا نہیں ہے جو میں نے محسوس کیا' وہ لکھ دیا ہے۔ میں ''ندائے خلافت'' کا باقاعدہ قاری ہوں اور اس کے مضامین بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں کسی معاملے میں اختلاف رائے کا حق بھی رکھتا ہوں۔ مجھے ''ندائے خلافت'' کے اسلام کی پرخلوص خدمت کرنے کے معاملے میں کوئی شک نہیں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ روز بروز مقبول ہوتا جا رہا ہے اور اپنے موقف کو بیان کرنے میں بے خوف ہے)

(چوہدری فضل حق' یثرب کالونی' ملتان روڈ' لاہور)

[محترم! فرقہ واریت سے ہمیں بھی سخت الجھن ہوتی ہے' البتہ اختلاف رائے ایک ضروری چیز ہے۔ اس سے خیالات میں سلجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے خط سے ہمیں خوشی ہوئی۔ ان شاء اللہ جب اپنے مقام پر مولانا فضل حق خیرآبادی کا تذکرہ ہوگا' تو ان کے بارے میں ہم بھی اپنا اظہار محبت وعقیدت کریں گے۔ ان کی عظمت وحرمت میں کلام کی گنجائش نہیں۔ مدیر]

''نظریہ پاکستان نمبر''

صفحہ 7 پر مضمون ''پاکستان کا قومی عہد و پیمان'' کے پہلے کالم کے دوسرے پیراگراف میں پروف ریڈنگ کی ایک ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے' جس سے معنی ہی تبدیل ہو گئے ہیں۔ صحیح عبارت یوں ہونی چاہئے:

''ضرورت سے زیادہ خوداعتمادی کی رو میں بہہ کر وہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ یہ کہہ کر سب کا منہ بند کر دیں گے کہ ''پوپ سے بڑھ کر کیتھولک'' اور ''فلسطینیوں سے بڑھ کر فلسطینی'' بننے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ موصوف کو کیتھولک بننے کی ضرورت ہے نہ صرف اپنا قبلہ درست کرنے کی۔ (سید افتخار احمد' جوہر ٹاؤن' لاہور)

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' ماشاء اللہ ترقی پذیر ہے۔ ہر شمارہ پہلے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ محترم سید قاسم محمود صاحب کے سلسلہ وار مضامین ''تاریخ تحریکات احیائے اسلام'' نے پرچہ کا علمی معیار بہت بلند کر دیا ہے۔ شمارہ نمبر 29 ''نظریہ پاکستان نمبر'' قابل صد ستائش ہے۔ اس کی ہر تحریر علمی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ راقم کی نظر میں سابقہ تمام خصوصی نمبروں میں اعلیٰ وارفع ہے۔ ہر تحریر بار بار پڑھے جانے کے لائق ہے۔ یہ برعظیم پاک و ہند کی اسلامی تاریخ کا بہترین مرقع ہے۔ ادارہ تحریر کو مبارک ہو! ''تحریک پاکستان نمبر'' (جس کا وعدہ اداریہ میں کیا گیا ہے) کا شدت سے انتظار رہے گا۔

امید واثق ہے کہ کسی مناسب وقت پر ''افغانستان نمبر'' اور ''کشمیر نمبر'' بھی آپ ضرور پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حالات کو سازگار بنائے اور آپ کو توفیق ارزانی سے نوازے! (سید محمد آزاد' امیر تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر)

Java Programmers

We need Java and XML programmers. Please send your C.V. to xml4java1@yahoo.com or mtariqrafique@yahoo.com

توحید باری تعالیٰ کا اثبات

سورۂ بنی اسرائیل کی آیات 41 تا 52 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 12 ستمبر 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

الحمدللہ' ان خطابات جمعہ میں سورۂ بنی اسرائیل کا تسلسل سے مطالعہ جاری ہے۔ آج ہم پانچویں رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ اس رکوع میں مکی سورتوں کے مضامین میں سے کچھ موضوعات ایک نئے اسلوب میں آئے ہیں۔

آیت نمبر 41 سے اس رکوع کا آغاز ہوتا ہے۔ فرمایا:

''ہم نے قرآن (کے مضامین) کو بدل بدل کر بیان کیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں' لیکن اس سے ان (مشرکین) کی بیزاری ہی بڑھتی ہے۔''

قرآن حکیم کا اسلوب ہے کہ اس میں ایک بات کو مختلف انداز اور پیراؤں میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کیلئے کوئی ایک انداز مناسب ہوتا ہے تو کسی پر کوئی دوسرا اسلوب اثر کرتا ہے۔ یہاں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں کسی بات کو سمجھانے کے لئے ''اِک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں'' کے مصداق مختلف اسالیب اختیار فرماتے ہیں۔ لیکن جب مشرکین عرب قرآن سنتے ہیں تو ان کی بیزاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ آیات مکی دور کے آخر میں ہجرت سے متصلاً قبل نازل ہوئیں۔ گویا دعوتِ قرآنی کے مرحلے کو دس بارہ برس گزر چکے تھے' ہر شخص تک دین اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور حق منکشف ہو چکا تھا۔ اب جو لوگ انکار کر رہے تھے وہ اپنے کسی تعصب' مفاد یا کسی غرض کے باعث کر رہے تھے۔ یہی ان کی بیزاری کا سبب تھا۔ یہ بات یہودی علماء پر بھی صادق آتی ہے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور ان کی مخالفت اور بیزاری بھی اسی انداز کی تھی۔

اگلی آیت میں فرمایا:

''اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ کچھ اور الٰہ بھی ہوتے' جیسا کہ لوگ کہتے ہیں' تو وہ مالکِ عرش پر چڑھائی کر دیتے۔'' (آیت:42)

شرک میں مبتلا ہو کر لوگوں نے اللہ کے ساتھ بھی وہ تصورات شامل کر لئے جو انسانوں کے ساتھ ہیں۔ مثلاً بادشاہ تک رسائی حاصل کرنی ہے تو اس کے مصاحبوں کو خوش کرنا ہوگا۔ اس قسم کے تصورات کے باعث انسانوں نے سمجھا کہ شاید اللہ کے ساتھ کچھ اور الٰہ بھی اس کے کاموں میں شریک ہیں۔ حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا' لیکن اس کائنات میں جو ہم آہنگی اور توازن پایا جاتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اور انتظام چلانے والا صرف ایک اللہ ہے۔ اسی بات کو سورۂ انبیاء میں ایک اور انداز سے واضح کیا گیا ہے:

''اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا بھی کچھ اور معبود ہوتے تو یہاں فساد برپا ہو جاتا۔''

گویا ان میں اقتدار کی کشاکش ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پورا نظام توحید کا آئینہ دار ہے۔ بلاشبہ توحید اس کائنات کی سب سے جلی حقیقت ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنی عقل کو استعمال کرے اور اپنے رب کی معرفت حاصل کرے۔ چنانچہ آگے فرمایا:

''اللہ پاک اور بالاتر ہے اور بہت بلند ہے ان چیزوں سے جو یہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

(آیت:43)

انہوں نے اللہ کو بھی اپنے جیسا خیال کیا کہ جیسے انسانوں میں بادشاہ ہوتے ہیں شاید اللہ کی بادشاہت بھی اسی طرح کی ہے۔ سورۂ حج میں فرمایا گیا کہ شرک کا اصل سبب یہ ہے کہ

''انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔''

یعنی اللہ کو اس کے مقام و مرتبہ پر برقرار نہ رکھنا اور اُسے اس کے بلند و برتر مقام سے اتار کر انسانوں کے مقام پر لے آنا شرک ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں اس بات کی مزید وضاحت کر دی گئی کہ کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے' اور اس طرح گویا اس کی وحدانیت اور کبریائی کا اعلان کر رہی ہے۔ فرمایا:

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کی تسبیح کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی شے نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو' البتہ تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بڑا ہی بردبار اور بخشنے والا ہے۔'' (آیت:44)

تسبیح یہ ہے کہ اللہ کو اس کے اصل مقام ہی بردبار پر رکھا جائے' اسے نیچے نہ گرایا جائے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ اصل میں انسان کو تو امتحان کے لئے پردۂ غیب میں رکھا گیا' جبکہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کی سب سے ظاہر حقیقت ہے۔ یعنی کائنات کی دوسری چیزوں کے لئے اللہ کی ذات عالم غیب میں نہیں۔ چنانچہ کائنات کی ہر شے اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح میں مشغول ہے۔ ایک تسبیح تو یہ ہے کہ ہر شے اپنے زبان حال سے پکار رہی ہے کہ میرا صانع' میرا خالق' میرا مصوّر وہ ذات کامل ہے جو یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے ہر شے کو اپنے انداز کی کوئی قوت گویائی عطا کی ہے' جسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ جو شخص ڈھٹائی سے اللہ کا انکار کر رہا ہوتا ہے اس کے جسم کا ایک ایک خلیہ بھی اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ تم اُس کے ساتھ شرک کرتے ہو' اس کے احکامات کا مذاق اڑاتے ہو لیکن وہ تمہیں مہلت دیتا ہے اور فوراً سزا نہیں دیتا تاکہ تم سنبھل جاؤ۔ اس لئے کہ وہ بڑا تحمل والا اور معاف کرنے والا ہے۔

البتہ ایسے لوگ جو حق منکشف ہو جانے کے بعد بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو ان کے بارے میں اگلی آیت میں بتایا گیا کہ ایسے لوگ ہدایت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

''اور (اے نبی) جب آپؐ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔'' (آیت:45)

یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے سامنے بارہ برس تک قرآن کی دعوت پیش کی جاتی رہی' جن پر حق منکشف ہو چکا لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کرتے رہے' تو اب گویا ان سے توفیق ہی سلب کر لی گئی۔ اب ان کے اور

قرآن کے درمیان ایک مخفی حجاب ہے۔ آپ انہیں قرآن سناتے رہتے' لیکن اب اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔
آگے مزید فرمایا:

''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اسے سمجھ ہی نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ (چنانچہ) جب آپ قرآن میں صرف اللہ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ کرتے ہیں تو وہ بدک کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔'' (آیت:46)

یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ ایک حد تک موقع دیتا ہے' لیکن پھر دنیا میں وہ وقت بھی آتا ہے کہ حق منکشف ہوجائے اور کوئی بار بار انکار کرے تو ہدایت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ یہ اُس مقام تک پہنچ گئے ہیں' لہٰذا اب قرآن ان کے کانوں میں نہیں اترتا۔ اور پھر مشرکانہ ذہنیت بن جاتی ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہو اور ان کے معبودانِ باطل کا تذکرہ نہ ہو تو یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہاں اگر ان کے معبودانِ باطل کو نذر نیاز چڑھانے کی بات ہو تو ان کے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ بدقسمتی سے یہ ذہنیت آج بھی موجود ہے' جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ کے ماننے والوں میں بھی بڑی تعداد وہ ہے جو اس پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتی ہے۔

آگے فرمایا:

''ہم خوب آگاہ ہیں ان لوگوں سے جو قرآن کو سننے کے لئے (بظاہر) آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہیں' اور جب یہ ظالم لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ (اے مسلمانو!) تم تو اسی کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔'' (آیت:47)

سردارانِ عرب کا سادہ لوح مسلمانوں کو متزلزل کرنے کا ایک ہتھکنڈہ یہ تھا کہ وہ پہلے تو یہ ظاہر کرتے جیسے وہ بہت غور سے قرآن سن رہے ہیں۔ پھر آپس میں مشورہ کر کے بڑے معنی خیز انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہتے: او ہو! تم تو اس شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کا اثر ہے۔ (معاذ اللہ) یعنی وہ قرآن کو اس لئے سنتے ہیں تاکہ اس میں سے انہیں کوئی اعتراض کا پہلو مل جائے۔ جیسا کہ آج کل مستشرقین عربی اسی لئے سیکھتے اور قرآن و حدیث پڑھتے ہیں کہ کوئی بات ایسی ڈھونڈیں' جس پر جھوٹے اعتراضات کا پہاڑ کھڑا کیا جاسکے۔ چنانچہ ایسے لوگ قرآن پڑھنے اور سننے کے باوجود ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

آگے فرمایا:

''(اے نبیؐ) دیکھیں تو سہی' یہ آپ کے لئے کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یہ گم کردہ راہ ہیں۔ اب یہ سیدھے راستے تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' (آیت:48)

جب بات یہاں تک پہنچ جائے کہ کوئی حق منکشف ہونے کے بعد نہ صرف خود راہ ہدایت اختیار کرنے سے رکا رہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرے تو پھر اس کے لئے گمراہی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے تاکہ اسے اس کے ان جرائم کی سزا مل کر رہے۔ آگے ان کے طرزِ عمل کی مزید نشاندہی کی جارہی ہے:

''اور وہ کہتے یہ ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے پھر دوبارہ اٹھا کھڑے کر دیئے جائیں گے؟''

مشرکین عرب کو سب سے بڑا اشکال اس بات پر تھا کہ دوبارہ زندہ کیسے کئے جائیں گے۔ قرآن نے اس کا مختلف مقامات پر مختلف انداز میں جواب دیا ہے۔ یہاں فرمایا:

''(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے کہ تم چاہے پتھر بن جاؤ یا لوہا' یا تمہارے نزدیک اس سے بھی کوئی سخت چیز ہو۔ اور پھر یہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہمیں اٹھائے گا تو آپ فرما دیجئے کہ وہی اللہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (اگرچہ) اس پر وہ سر ہلا ہلا کر آپ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ تو آپ جواب دے دیں کہ کیا عجب کہ وہ (ساعت) قریب ہی آن لگی ہو۔'' (آیت:50'51)

جو لوگ دوبارہ اٹھائے جانے پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لئے تو یہی جواب ہے کہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اس کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل ہے! اس پر لاجواب ہو کر وہ کٹ حجتی پر اُتر آتے ہیں کہ اچھا چلو مان لیا لیکن یہ بتاؤ کہ وہ قیامت آئے گی کب' جب کہ ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ تو جواباً فرمایا گیا کہ وہ تمہارے بہت قریب ہے' اگرچہ اس کا ٹائم ٹیبل کسی کو معلوم نہیں۔ جیسا کہ موت کا کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کب آئے گی لیکن اس بنا پر کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا' اسی طرح اس کائنات کے خاتمے کا بھی ایک وقت معین ہے جو جلد یا بدیر آ کر رہے گی۔ لہٰذا اس بنا پر کہ قیامت کا وقت اللہ نے کسی کو نہیں بتایا' انکار کرنا حماقت ہے۔

''(البتہ) جب وہ دن آئے گا تو وہ تمہیں پکارے گا اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔'' (آیت:52)

آج تو تم اعتراض کر رہے ہو کہ وہ دن کب آئے گا اور ہڈیوں کے گلنے سڑنے کے بعد تمہیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا' لیکن اس دن جب وہ تمہیں پکارے گا تو تم اللہ کی حمد کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہو گے۔ آج چاہے جتنا انکار کرو' اُس روز تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ بہت ہی کم عرصہ دنیا میں رہے۔ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ جو نا معلوم کتنے ہزار برس یا صدیوں پر محیط ہوگا' گزارنے کے بعد لیکن جب تم دوبارہ کھڑے کئے جاؤ گے تو ایسا گمان ہوگا کہ بہت ہی تھوڑا عرصہ قبر میں گزارا۔ جیسا کہ اصحاب کہف جو تقریباً 309 برس ایک غار میں اللہ کی قدرت سے سوئے رہے اور جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے کہا کہ شاید ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے رہے۔

بہر حال قرآن کا اصل پیغام یہی ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ایک عارضی امتحانی وقفہ ہے۔ اصل زندگی تو ابھی آنی ہے۔ یہ زندگی جس کے لئے تم اتنی بھاگ دوڑ کر رہے ہو جب آخرت میں اس پر نظر دوڑاؤ گے تو یہ بہت قلیل معلوم ہوگی اور پھر تم پچھتاؤ گے۔ لہٰذا تمہیں جو یہ وقت دیا گیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ تاکہ ابدی زندگی میں کامیاب ہوسکو۔ یہاں صراط مستقیم پر چلو' دینی تقاضوں کو پورا کرو اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرو جن سے اللہ کی رضا حاصل ہوسکے۔ ✱

پاکیزہ مذاق کی عمدہ مثال

ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے اس طرح چلے جا رہے تھے کہ حضرت علیؓ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دو طرف۔ فاروق اعظمؓ مزاحاً فرمایا علی بیننا کالنون فی لنا
(علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لنا کے درمیان نون یعنی ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون)

اس کلمے کے الفاظ کی نشست سے اتحاد باہمی کی طرف اشارہ تھا کہ جیسے لنا میں تینوں حرف باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہم بھی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اس طرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں ہمارے لئے۔

حضرت علیؓ نے برجستہ جواب دیا جو مزاح و خوش طبعی کی جان ہے لولا کنت بینکما لکنتما لا

اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ''لا'' ہو جاتے یعنی منفی ہو جاتے اور کچھ بھی نہ رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے' جس کے معنی ہیں نہیں۔ یعنی تم میرے بغیر کچھ نہیں۔ یہ کتنا پاکیزہ مذاق ہے جو علم و حکمت' مناسبات لفظی و معنوی اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

(کتاب الاذکیاء از امام ابن جوزی سے اقتباس)
(مرسلہ: دانش کبریا' کراچی)

فاریکس فراڈ: ذمہ دار کون؟

مرزا ایوب بیگ

دنیوی دولت کی ہوس انسان کی ازل سے ہے اسی لئے قرآن حکیم نے انسان کو جہاں تلاش رزق کی ترغیب دی ہے وہاں ارتکاز دولت اور سرمایہ پرستی کو لعنت قرار دیا۔ ہامان کا قصہ بیان کر کے اور اس کا انجام بتا کر زر پرستوں کو عبرت ناک انجام سے خبردار کیا گیا۔ لیکن جوں جوں انسان نام نہاد ترقی یافتہ ہوتا گیا ہوس زر بڑھتی چلی گئی۔ کاغذ کی کرنسی ایجاد ہوئی تو انسان اس معاملے میں تمام حدود پھلانگ گیا۔ دولت کا جمع کرنا اور اس کی حفاظت نسبتاً آسان ہوگئی۔ رہی سہی کسر بنکوں کے قیام نے نکال دی یعنی دولت کے ایسے گودام معرض وجود میں آ گئے جہاں دولت محفوظ بھی سمجھی جاتی اور ذخیرہ اندوزی کے لئے سہولتیں بھی مہیا کی جانے لگی۔ یوں انسان محض دولت کمانے والی مشین بن کر رہ گیا۔ دولت کے سامنے اخلاقیات' انسانی ہمدردی اور یہاں تک کہ خون کے رشتے بھی پس پشت ڈال دیئے گئے۔ انسان صرف اپنے مفاد کے ساتھ بندھ کر رہ گیا۔ دنیا کا جو حصہ جتنا زیادہ ترقی یافتہ تھا اتنا ہی اس بیماری کا شکار ہوگیا۔ ہندوستان کو اگرچہ انگریز کی آمد سے پہلے سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا لیکن انگریز نے اس ہندوستان کو اپنی پوری توانائی کے ساتھ نچوڑ لیا تھا خصوصاً مسلمانوں سے اس نے چونکہ حکومت چھینی تھی لہٰذا انہیں پوری قوت سے غربت اور افلاس کی طرف دھکیل دیا گیا۔ اس کا اگرچہ بحیثیت مجموعی مسلمانانِ ہند کو بہت نقصان پہنچا لیکن ایک بہت بڑا فائدہ ہوا وہ یہ کہ دولت اور تہذیب نو کی پیدا کردہ بہت سی بیماریوں سے کسی قدر محفوظ رہا۔ اسی ایمانی اور اخلاقی قوت کے محفوظ رہ جانے سے مسلمانان ہند اس قابل ہوئے کہ انہوں نے انگریز اور ہندو کی مشترکہ قوت سے ٹکرا کر آزاد ملک حاصل کرلیا۔ یقیناً یہ کام شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد الاٹمنٹوں کے ذریعے بددیانتی کا آغاز ہوا جس نے قوتِ ایمانی کو مضمحل کیا لیکن الاٹمنٹ کا معاملہ چونکہ عارضی تھا لہٰذا رفتہ رفتہ اس کے اثرات ختم ہو گئے۔ 1958ء میں جنرل ایوب خان نے امریکہ کی ایما پر سیاسی عدم استحکام کو جواز بنا کر ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ایوب خان کا دور اس لحاظ سے تو سنہری دور تھا کہ ملک میں صنعتی ترقی کی طرف پہلی مرتبہ توجہ دی گئی بلکہ صحیح تر الفاظ میں پاکستان میں صنعتوں کے قیام کا آغاز ہی ایوب خان کے دور سے ہوا تھا۔ صنعت کاری کا فائدہ اصولی طور پر خود صنعتکار اور ملک وقوم کو بھی پہنچتا ہے لیکن پاکستانی صنعت کار نے بھوکے بھیڑیئے کا سا رویہ اختیار کرلیا۔ ایوب خان اپنی اولاد اور بیوروکریسی دونوں کو کنٹرول نہ کر سکے لہٰذا دولت کمانے اور راتوں رات امیر ہونے کی ریس لگ گئی۔ پاکستانی قوم کا معاملہ پنجابی کی اس ضرب المثل کے مطابق تھا ''بھوکے دی تی رجی تے خاک اڑان لگی'' بھوکے کی بیٹی کو پیٹ بھر کر کھانے کو ملا تو وہ آپے سے باہر ہوگئی۔ ساری قوم دن رات جائز ناجائز طریقے سے دولت کے حصول کے لئے پاگل ہوگئی۔ جوا' لاٹری' گولڈن کمیٹیاں اور نہ جانے فوری دولت حاصل کرنے کے کون کون سے طریقے اختیار کئے گئے۔ عیار سرمایہ دار اور کرپٹ حکومتی اہلکار ساز باز کر کے عوام کو لوٹتے رہے۔ عوام کا مزاج اکثر وبیشتر بھیڑ چال کا ہے لہٰذا وہ سوچے سمجھے بغیر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ تاج کمپنی قرآن کے نام پر سودی کاروبار کرتی رہی اور اس قسم کے اخباری اشتہار دیتی رہی' سرمایہ لگائیں اور دنیا وآخرت دونوں کمائیں۔ پھر وہ وقت آیا کہ کمپنی نے دیوالیہ دے دیا اور اس کے متاثرین آج تک رو رہے ہیں۔ ماضی قریب میں فنانس کمپنیاں قائم ہوئیں۔ انہوں نے شاندار دفاتر قائم کئے۔ زیادہ سود کا جھانسہ دیا اور جب خوب رقم اکٹھی کر لی تو راتوں رات مالک غائب ہو گئے اور دفاتر بند ہو گئے۔ اب فاریکس کمپنیاں نیا جال لے کر میدان میں آئیں انہوں نے بھی خوبصورت فرنیشڈ اور ایئر کنڈیشنڈ دفاتر قائم کئے یہ لوگ فنانس کمپنیوں سے بھی زیادہ عیار تھے۔ یہ جانتے تھے کہ اس ملک میں اب بھی کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو سود سے پرہیز کرتے ہیں لہٰذا انہوں نے عوام کے آگے دونوں صورتیں رکھیں کہا گیا کہ ہم انٹرنیٹ کے ذریعے امریکہ اور یورپی ممالک میں کاروبار کریں گے جو لوگ نفع نقصان میں حصہ دار بننا چاہیں گے ان کے Variable Account کھولے جائیں گے اور انہیں منافع اسی شرح سے ملے گا جیسا کہ کاروبار میں حاصل ہوگا یہ کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوگا اور نقصان کے اگرچہ امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں بہرحال اس کا بھی امکان ہے اور دوسرے اکاؤنٹ ان لوگوں کے ہوں گے جو منافع کی کمی بیشی سے قطع نظر مقررہ نفع لیں گے۔ ہمیں چاہے نفع کم ہو یا زیادہ یا نقصان ہو اکاؤنٹ ہولڈر اس سے بری الذمہ ہوگا۔ ملازمتوں کے اشتہار دیئے گئے۔ امیدواران کو بتایا گیا کہ ان کی بنیادی تنخواہ تو زیادہ نہیں ہوگی البتہ سرمایہ لانے والوں کو بہت بڑی شرح پر کمشن دی جائے گی۔ ہمارا نوجوان کیونکہ بیروزگاری کے ہاتھوں تنگ ہے لہٰذا لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اپنی کمشن کے لالچ میں انہوں نے دوستوں' عزیزوں' ہمسایوں کو اکسایا کہ ہماری کمپنی بیرون ملک کاروبار کرتی ہے۔ آپ رقم لگائیں اور خوب نفع کمائیں۔ کسی کاروبار میں اتنا منافع نہیں مل سکے گا جتنا منافع ہماری کمپنی دے گی یوں اربوں روپے ان فاریکس کمپنیوں میں جمع ہوئے۔ ایسی مثالیں دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں کہ کمشن ایجنٹ جو کچھ عرصہ پہلے عام ملازمت کے لئے دھکے کھا رہا تھا ان کمپنیوں کے ذریعے دنوں میں لاکھوں میں کھیلنے لگا۔ اگرچہ یہ کمپنیاں انٹرنیٹ کے ذریعے کچھ نہ کچھ کاروبار کرتی تھیں اور یہی کاروبار وہ کمپیوٹر کی سکرین پر دکھا کر لوگوں کو پھانستے تھے۔ ظاہر ہے کوئی کام بھی صد فیصد فراڈ کی بنیاد پر نہیں ہوسکتا لیکن جتنا کثیر منافع یہ کمپنیاں دے رہی تھیں وہ عقلی بنیاد پر ممکن نہیں تھا اور اس کا انجام وہی ہونا تھا جو ہوا کہ کمپنیاں دفاتر بند کر گئی ہیں اور مالکان یا بیرون ملک فرار ہو گئے ہیں یا ملک کے اندر روپوش ہیں اور تحقیق کرنے پر انکشاف ہوا ہے کہ نوے فیصد مالکان کے ایڈریس جعلی ہیں۔ آیئے اب جائزہ لیں کہ اس فراڈ کا اصل ذمہ دار کون ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ ایسا منظم فراڈ حکومتی اہلکاروں سے ملی بھگت کئے بغیر ممکن نہیں ہوتا یہ فراڈیئے حکومت کے بڑوں سے رابطہ کر کے ایسا غیر قانونی کاروبار شروع کر دیتے ہیں اور یقیناً وہ اپنا حصہ وصول کرتے ہیں کہ اس غیر قانونی کاروبار سے صرف نظر کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا دھوکہ دہی کا کاروبار زیادہ دیر نہیں چل سکتا جب راز فاش ہونے کو ہوتا ہے تو یہی حکومتی اہلکار پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ اصل فراڈیوں کو پہلے ہی بھگا دیا جاتا ہے البتہ صف دوم کے کچھ لوگوں کو وقتی طور پر کارروائی ڈالنے کے لئے گرفتار کر کے عوام کی آنکھوں

⇦

میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس فراڈ کے اصل کرتا دھرتا تو کمپنیوں کے مالک اور حکومتی اہلکار ہوتے ہیں لیکن عوام بھی لالچ میں اندھے ہوئے ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کی خواہش میں سب کچھ ڈبو لیتے ہیں۔ عوام کو زیادہ سے زیادہ رعایت دی جاسکتی ہے کہ وہ حالات کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ رسک لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حالات کو اس قدر دگرگوں کرنے میں بھی کرپٹ حکومتوں اور ان کے اہلکاروں کا ہاتھ ہے۔ بجلی اور گیس کے نرخ اس قدر بڑھا دیئے گئے ہیں کہ چھوٹے کارخانے بالکل بند ہو چکے ہیں۔ مختلف ٹیکس اور محکمہ جاتی رشوت کے بڑھتے چلے جانے سے کاروبار ٹھپ ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو چولہا جلائے رکھنے میں سخت دشواری پیش آ رہی ہے ایسے میں جب کوئی یار دوست یا عزیز اس قسم کی سکیم لے کر آتا ہے تو اسے غیب سے مدد اور رحمت کا فرشتہ سمجھا جاتا ہے لیکن جلد ہی وہ عذاب میں بدل جاتا ہے۔ عوام اگر چند باتوں کا خیال رکھتے تو آج اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ 60 فیصد شرح منافع اور ایجنٹ کو بھاری کمیشن دینا کون سے کاروبار میں وارہ کھا سکتا ہے جو شخص یا کمپنی یہ کام کر رہی ہے ظاہر ہے وہ بھی اسی کاروبار سے منافع نکال رہا ہے تو کیا منافع کی اصل شرح صد فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ یورپ اور امریکہ میں کاروبار کا حجم بہت بڑا ہے لیکن شرح منافع بہت کم ہے اور یہ بات کاروبار کے اصول کے عین مطابق ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ لوگ یہاں بیٹھ کر انٹرنیٹ کے ذریعے امریکہ سے اتنا منافع حاصل کر رہے ہیں۔ عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ یورپ اور امریکہ میں بنک کے سود کی شرح ہمارے ہاں سے بہت کم ہے۔ اگر وہاں سے اتنا کثیر منافع حاصل کیا جاسکتا تھا تو وہاں شرح سود یقیناً زیادہ ہونا چاہئے تھی۔ پھر یہ کہ جتنا کوئی ملک زیادہ ترقی یافتہ ہو گیا وہاں اجرت تو زیادہ مل سکتی ہے نفع کی شرح زیادہ نہیں مل سکتی۔ عوام جب بھی ان حقائق کو نظر انداز کریں گے، اپنا اثاثہ ڈبو لیں گے' ہمیں ان چیزوں پر قابو پانا چاہئے۔ وگرنہ لالچ کے ہاتھوں اندھے ہو کر ایسے کام کرتے رہیں گے تو پھر اندھے کنویں میں گرنا ہی ہمارا مقدر ٹھہرے گا۔ عوام خود بھی اپنے نقصان کے کسی قدر ذمہ دار ہیں۔ کاش ہم کسی سکینڈل ہی سے عبرت حاصل کر لیں۔

ضرورت رشتہ

سید خاندان کی 24 سالہ، خوش شکل، دراز قد، ایم اے (انگلش) لڑکی کیلئے اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسر روزگار، خوش حال خاندان کے لڑکے سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: ایس ایم حسین 0432-261403

دعوتِ فکر

اسلام مذہب نہیں' دین ہے

چودھری رحمت اللہ بٹر

﴿هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون﴾ (الصف : 9)

"وہ ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو الھدیٰ اور دینِ حق دے کر تاکہ وہ غالب کرے اسے تمام ادیان پر یا کل کے کل دین پر اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناپسند ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے جو دین الحق دے کر نبی اکرم ﷺ کو بھیجا جس کا غلبہ ان کا مقصد بعثت قرار پایا۔ اس کے بارے میں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ جن اجزا کے مجموعے کا نام ہے تاکہ ایک عام مسلمان جان سکے کہ دین الحق کیا ہے۔ آج کے دور میں انسانی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک انفرادی اور دوسری اجتماعی یا قومی زندگی۔ دنیا میں جن قوموں کو اس وقت عروج حاصل ہے ان میں سے بیشتر عیسائی ہیں اور وہ اپنے دین کی رو سے یہ سمجھتے ہیں کہ دین کا تعلق صرف انفرادی زندگی سے ہے اور اسے مذہب قرار دیتے ہیں اجتماعی زندگی میں چونکہ ان کے پاس کوئی ضابطہ حیات موجود نہیں ہے اس لئے وہ مذہب کے دائرے سے ماوراء قرار پاتے ہیں اور باقی مذاہب اور ادیان والوں کو بھی اسی پر عمل کرنے اور اپنے دین کو مذہب بنانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا تصوّرِ دین جو مذہب بن گیا ہے اس کی اصل علت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریعت موسوی یعنی تورات کے احکام شریعت کے حامل تھے اور ان کو کوئی نئی شریعت نہیں عطا ہوئی تھی۔ ہوا یہ کہ ان کے بعد ایک شخص جسے سینٹ پال کے نام سے دنیا جانتی ہے اس نے عیسائیت کو دین سے مذہب بنا دیا۔ اس نے یہ بات عام کر دی کہ تورات یہودیوں کی کتاب ہے اور یہودیوں نے ہمارے رسول کو سولی چڑھا دیا ہے اس لئے ہم ان کی کتاب کو نہیں مانتے۔ انجیل میں چونکہ شریعت نہیں ہے اس لئے ان کا دین صرف عقیدہ' عبادات اور رسومات تک محدود ہو گیا اور اجتماعی زندگی میں کوئی لائحہ عمل یا ضابطہ حیات مذہب کے دائرے سے خارج ہو گیا۔ انہیں بنیادوں پر آج عیسائی دنیا قائم ہے اور ان کی خواہش ہے کہ یہ باقی ادیان بھی اسی نظریہ کے تحت اپنے دینی معاملات کو مذہب کے دائرے میں محدود کر دیں اور اجتماعی زندگی یعنی ملکی' ملی یا قومی زندگی میں اکثریت کی رائے کے مطابق قانون سازی ہو اور اس کا تعلق کسی مذہب اور دین سے نہیں ہونا چاہئے۔

دین اسلام چونکہ کوئی دو سو سال سے عیسائی دنیا کے زیر سایہ ہے اور ان کی قومی زندگی سیکولرازم کے تحت چلائی جارہی ہے اور عام مسلمانوں کو صرف مذہبی آزادی حاصل ہے اور ان کے علماء وصوفیاء کا تعلق مسلمانوں کی انفرادی زندگی سے ہے اس لئے بغیر سوچے سمجھے انہوں نے بھی اپنے دین کو مذہب کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے اور ان کے اجتماعی معاملات اگرچہ مسلمان حکمرانوں کے ہاتھ میں ہیں لیکن ان کی اکثریت یورپ اور روس کی تعلیم یافتہ یا ان کے دیئے ہوئے نظام تعلیم کے تحت ہی بڑھے پلے ہیں اس لئے ان کا نظریہ بھی اپنے دین کے بارے میں وہی رہ گیا ہے جو عیسائیوں کا ہے اور وہ بھی اسلام کو عقیدہ' نماز' روزہ اور چند رسومات تک محدود سمجھتے ہیں اور اپنے زعم میں اس دائرے میں انہوں نے مسلمانوں کو آزادی دے رکھی ہے کہ وہ مذہب اسلام پر عمل کریں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو نبی اکرم ﷺ کو جو دین الحق دے کر بھیجا اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انسانوں کی اجتماعی زندگی یعنی ملی' قومی زندگی تو اسلام کے تابع ہونی چاہئے اور اس میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا ضابطہ حیات کارفرما ہونا چاہئے باقی رہے عقائد' عبادات اور رسومات تو اس حد تک تمام انسانوں کو اجازت ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کو اختیار کر لیں انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ہاں جو اپنے آپ کو مسلمان گردانتا ہے اسے اپنی انفرادی زندگی بھی اسلام کے تحت گزارنی ہوگی۔

اس نقطہ نظر سے ضرورت ہے کہ دین الحق یعنی دین اسلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں کو متعین کیا جائے اور ان کے جو تقاضے ہیں ان کو بیان کیا جائے تاکہ اگر کوئی مسلمان واقعی اپنے دین پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے تو اسے معلوم تو ہو کہ اسے اپنی زندگی کن بنیادوں پر گزارنی ہے۔ اس لحاظ سے دین کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے چھ گوشے سامنے آتے ہیں جن کے مجموعے کا نام دین اسلام یا دین الحق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو دے کر بھیجا ہے۔ وہ چھ اجزاء یہ ہیں: ایمان' عبادات' رسومات' تمدنی یا معاشرتی' کاروباری یا معاشی اور دستوری یا سیاسی نظام۔

*

ہفتۂ رفتہ کی سب سے بڑی سوالیہ خبر

اُسامہ کہاں ہیں؟

سید عاصم محمود

کرنل ڈیوڈ افغانستان میں تعینات امریکی فوج کا افسر ہے۔ اس کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اسامہ بن لادن کی سن گن لے۔ پچھلے نو ماہ سے وہ کئی جگہ گیا مگر مطلوب کو وہاں نہ پاکر اسے مایوسی کے علام میں اپنا ماتھا پیٹنا پڑا۔ یہ صرف ڈیوڈ کا ایسا حال نہیں بلکہ سارا امریکا..... صدر سے لے کر چپڑاسی تک حیران پریشان ہے کہ اسامہ کو زمین کھا گئی یا آسمان؟

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اسامہ کہاں ہوسکتا ہے' تو عموماً وہ نقشے کے دور دراز اور اجاڑ خطوں کی طرف اشارہ کرتا ہے مثلاً شمال مغربی چین کا ایغورستان' مجموعہ الجزائر انڈونیشیا' یمن اور سعودی عرب کے مابین پہاڑی علاقہ یا پاکستان کا صوبہ سرحد مگر حقیقت یہی ہے کہ کسی کو نہیں معلوم اسامہ نے کہاں پناہ لے رکھی ہے۔

نو ماہ پہلے جناب بش نے یہ اعلان خود سرانہ کیا تھا ''ہمیں مسٹر لادن زندہ یا مردہ چاہئے'' اور اسے نہ دینے پر طالبان پر حملہ کردیا لیکن امریکیوں کو دنیا میں سب سے زیادہ مطلوب پراسرار ہستی اب تک آزاد ہے اور پہلے سے زیادہ ان کے لئے دردِ سر بن گئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب تک اسامہ زندہ ہے' ان پر خطرے کی تلوار لٹکتی رہے گی۔

گو القاعدہ کا نظام توڑنے میں امریکا کو کچھ کامیابی ہوئی ہے۔ افغانستان پر بمباری کے دوران تنظیم کے شعبہ فوج کے سربراہ محمد عاطف شہید ہوئے۔ پچھلے سال' مارچ میں پاکستانی پولیس نے فیصل آباد میں شعبہ غیر ملکی سرگرمی کے سربراہ ابوزبیدہ کو گرفتار کیا۔ مگر اسامہ کی کوئی خبر نہیں۔ پچھلے دسمبر اطلاع ملی کہ وہ تورابورا میں ہیں مگر یہ افواہ ہی رہی۔ یاد رہے کہ امریکا نے انہیں گرفتار کروانے کا انعام ڈھائی کروڑ ڈالر رکھا ہوا ہے۔ اسامہ کے ہمراہ ان کے دست راست ایمن الظواہری ہیں۔

چند امریکی ماہرین کا خیال ہے کہ اسامہ تورابورا میں بمباری کے دوران ہلاک ہوگئے تھے مگر ان کی تازہ فلموں اور تصاویر سے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اب امریکیوں کو یقین ہے کہ وہ زندہ سلامت ہیں۔ اور افغانستان اور پاکستان کے درمیان پہاڑی علاقے ان کا مسکن ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسامہ ان علاقوں سے خوب جان پہچان رکھتے ہیں برسوں تک سوویت یونین سے لڑائی میں مصروف رہے۔ مقامی لوگ بھی ان کے عاشق اور مداح ہیں جس کے باعث وہاں ان کا اتا پتا ملنا بہت دشوار ہے۔ سونے پر سہاگہ حکومتِ پاکستان کا قبائلی علاقوں میں زیادہ عمل دخل نہیں جہاں کے پٹھان القاعدہ سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں۔ گو حکومت کے وہاں فوجی دستے متعین کئے ہیں مگر پہاڑی غاروں میں چھپنا تجربے کار چھاپہ ماروں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ مشرف حکومت کا دعویٰ ہے کہ اسامہ صوبہ سرحد میں نہیں ہیں۔

افغانستان میں امریکی افواج کے کمانڈر' جنرل ڈان میکنیل کا کہنا ہے ''ہمیں اسامہ کی زیادہ پرواہ نہیں اگر ہم اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرلیں' تو یہ خوشی کی بات ہے مگر ہم خاص طور پر اس کے پیچھے نہیں۔'' یعنی یہ بیان صدر بش کے بیانوں سے بہت مختلف ہے جن میں اسامہ کو دشمن نمبر ایک قرار دے کر دھمکی دی گئی ہے' ''ہم دنیا کے آخری کونے تک اس کا پیچھا کریں گے۔''

امریکی ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکا کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے' اب تک اسامہ یا الظواہری کو پکڑا نہیں جاسکا حالانکہ اس مد میں اربوں ڈالر خرچ ہوچکے ہیں۔ اور جب تک دونوں زندہ ہیں القاعدہ کی رگوں میں خون رواں دواں رہے گا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ امریکیوں کے نزدیک اسامہ کی اہمیت القاعدہ کے سربراہ کی حیثیت سے نہیں کیونکہ یہ وراثتی گروہ نہیں بلکہ ارکان کے دم قدم سے قائم ہے..... اسامہ دراصل مجاہدین کے لئے فتح کا نشان ہے اور وہ واحد شخصیت ہے جو سپر پاور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہے۔ اسی لئے وہ ان کے اشاروں پر اپنی جان تک قربان کردیتے ہیں۔ مزید براں اسامہ کو جو عزت اور حاکمیت حاصل ہے' وہ القاعدہ کے کسی رہنما کو حاصل نہیں لہٰذا جب تک وہ زندہ ہیں' نئے کارکن بھرتی کرکے امریکی مفادات کو زک پہنچاتے رہیں گے۔

امریکیوں کو علم ہے کہ وہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہی سکون کا سانس لیں گے۔ امریکی ماہرین کا کہنا ہے ''اسامہ ایسی شخصیت ہے جو جہاں بھی ہو' تتلی کی طرح بے چین رہتا ہے۔ کام اس کے نزدیک دعا ہے۔ چھپنا یا فرار ہونا اس کی فطرت نہیں بلکہ منصوبے بنا کر ان پر عمل کرنا اس کی سرشت ہے''۔ اور اسامہ کی حالیہ فلم نے اس بات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

نئی فلم کے بعد:

پچھلے ہفتے الجزیرہ ٹیلی ویژن نے نامعلوم پہاڑی علاقے میں اسامہ اور الظواہری کو چلتے پھرتے دکھایا۔ ان کے ہاتھوں میں چھڑیاں تھیں یا ہتھیار۔ وہ کمزور نظر آئے مگر ان کے حوصلے بلند تھے۔ فلم خاموش تھی مگر ساتھ ہی وہ آڈیو کیسٹس بھی جاری کی گئیں جن میں اسامہ اور الظواہری کی تقاریر تھیں۔

اسامہ نے امریکیوں کے بقول ''دہشت گردوں'' کو خراج تحسین پیش کیا۔ الظواہری نے فلسطین اور اسرائیل کے سلسلے میں امریکی کردار پر سخت تنقید کی اور کہا ''فلسطین صرف جہاد کے ذریعے آزاد ہوگا''۔ انہوں نے مجاہدین کو پیغام دیا ''عراق کو امریکیوں کا قبرستان بنا دو۔ ہم امریکی ماؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں کو واپس بلا لیں ورنہ ان کی واپسی تابوتوں میں ہوگی۔''

امریکی ماہرین نے تصدیق کی ہے کہ فلم اور آوازیں حقیقی ہیں۔ دونوں رہنماؤں کی تقاریر ایک ہی وقت ایک ہی جگہ ریکارڈ ہوئی ہیں کیونکہ پس منظر کا شور' صدائیں اور ماحول میں یکسانیت ہے۔ فلم کے ذریعے یہ معلوم کرنا کہ وہ کہاں فلمائی گئی' جان جوکھوں کا کام ہے کیونکہ افغانستان کا رقبہ معمولی نہیں۔ امریکی انٹیلی جنس کا کہنا ہے ''ہم کوشش ضرور کریں گے کیونکہ ہمارے پاس ایسے ارضیات داں ہیں جو ہر علاقے کے درختوں اور پھولوں کی اقسام سے واقف ہیں''۔

اس فلم کے ذریعے امریکیوں نے کئی نتائج اخذ کئے ہیں۔ مثلاً ''اسامہ نے 11 ستمبر کی شب یہ پیغام دیا ہے کہ وہ صحیح سلامت ہے اور عراق میں اپنے مجاہدین کے ہمراہ ہمارے خلاف بھرپور جنگ چاہتا ہے''۔ اس ضمن میں امریکی ماہرین کو خطرہ ہے کہ افغانستان میں سوویت یونین کی جیسی درگت بنی' ویسی ہی عراق میں امریکا کی بن سکتی ہے' جہاں شام' ایران' سعودی عرب وغیرہ کے کئی ہزار مجاہدین جمع ہیں۔

سی آئی اے کا دعویٰ ہے کہ اب القاعدہ کی مرکزی قیادت بکھر چکی ہے کیونکہ ان کا آپس میں رابطہ نہیں رہا اور کارکنوں سے ان کا تال میل بھی ختم ہورہا ہے۔ اس کے باوجود یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ القاعدہ دم توڑ چکی ہے کیونکہ امریکیوں کے نزدیک عراق میں حملوں کے پیچھے القاعدہ ہے اور اسامہ کے تازہ بیان کے بعد ان میں شدت آسکتی ہے۔

میدانِ کارزار اور شہادت

سید قاسم محمود

☆ سید صاحب چارسدہ میں تھے کہ رنجیت سنگھ، حاکم پنجاب کو آپ کے عزمِ جہاد کی اطلاع ہوگئی اور اُس کے حکم سے سکھ فوج کا مشہور جرنیل بدھ سنگھ دس ہزار لشکر کے ہمراہ منزلیں مارتا اکوڑہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوگیا۔ ادھر اکوڑہ کا رئیس اور خٹک قبیلے کا سردار امیر خان سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی بیعت کی اور عرض کیا کہ بدھ سنگھ علامنہ سمہ میں جدال و قتال کرنے کی غرض سے آیا ہے اور دریائے لنڈہ کے اُس پار خیمہ زن ہے۔ میری رائے میں، قبل اِس سے کہ وہ پیش قدمی کرے بلشکرِ اسلام کو دریائے لنڈہ عبور کر کے اُس کی پیش قدمی روک دینا چاہئے۔ سید صاحب نے سردار امیر خان کی رائے پسند کی اور چارسدہ سے روانہ ہو کر خویشگی پہنچے۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے نوشہرہ روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بدھ سنگھ اکوڑہ میں داخل ہوگیا ہے اور آپ کے لشکر پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

بدھ سنگھ کے نام سید صاحب کا خط

چارسدہ کے دورانِ قیام جب سید صاحب کو پہلی بار سردار بدھ سنگھ کی آمد کی خبر ملی تو آپ نے اتمامِ حجت کے طور پر اُسے ایک خط لکھا جس میں اُس کے سامنے چند شرائط رکھیں:

(۱) یا تو تم اسلام قبول کر لو۔ اس وقت ہمارے برابر ہو جاؤ گے اور ہم بجائے جنگ و جدال کے ہر طرح سے تمہاری اعانت کریں گے۔ جبراً کسی کو اسلام میں داخل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اگر بخوشی تم کو اسلام منظور نہ ہو تو:

(۲) دوسری شرط ہے کہ تم اپنے دین و مذہب پر قائم رہ کر ہماری اطاعت کر کے جزیہ دینا قبول کرو۔ اس حالت میں بھی جب تک تم مطیع رہو گے، ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت اپنے جان و مال کی مانند کریں گے۔

(۳) اور اگر یہ دونوں مذکورہ بالا اُمور تم کو منظور نہ ہوں تو پھر جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہم اِس وقت تعداد میں تھوڑے ہیں، مگر ملکِ یاغستان اور سارا ہندوستان اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار ہے اور ہم لوگ شہادت کو ایسا دوست رکھتے ہیں جیسے تم شراب کو۔

جنگ اکوڑہ

سید صاحب کی اس تنبیہ کا سردار بدھ سنگھ پر کوئی اثر نہ ہوا، کیونکہ وہ طاقت کے نشے میں چُور تھا۔ بہرحال نوشہرہ پہنچ کر سید صاحب نے اہل الرائے اصحاب کے مشورے سے ہر جماعت میں سے چاق و چوبند اور بہادر افراد کو منتخب کر کے ایک لشکر مرتب فرمایا جو نو سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اللہ بخش جمعدار کو اُس کا کمانڈر مقرر کیا اور اپنی دستار اُس کے سر پر بندھوائی۔ نصف شب کے بعد یہ لشکر دریائے لنڈہ عبور کر کے سکھوں کی لشکر گاہ پر جا پڑا۔ سکھوں نے اپنی لشکر گاہ کو خاردار تاروں سے محفوظ کر لیا تھا، مگر یہ حفاظتی انتظامات کچھ کام نہ آئے اور مجاہدین نعرۂ تکبیر بلند کر کے سکھوں پر ٹوٹ پڑے۔ لشکر گاہ کے محافظ سنتری نے فائر کیا اور گولی شیخ باقر علی عظیم آبادی کو لگی۔ وہ زخم کھا کر گر گئے اور شہید ہو گئے۔ سلسلۂ جہاد کی اِس پہلی جنگ کے یہ پہلے شہید تھے۔ نعرۂ تکبیر کا شور سن کر سپاہی تلواریں سونت سونت کر مقابلے پر آ گئے۔ مجاہدوں نے خوب خوب دادِ شجاعت دی۔ ایک شیر دل جماعت نے اُس بے جگری سے یورش کی کہ سکھوں کے توپچی گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور توپ خانہ مجاہدوں کے قبضے میں آ گیا۔ جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر سردار بدھ سنگھ میدان سے بھاگ نکلا اور موضع اکوڑہ میں جا کر دم لیا۔ اس کے بھاگتے ہی ہر طرف بھگدڑ مچ گئی اور جس سکھ کا جدھر منہ اٹھا، بھاگ نکلا۔ اس اثناء میں مقامی لوگوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اس خوف سے کہ کہیں ان سے اس مالِ غنیمت میں سے حصہ نہ طلب کیا جائے، وہ مال لے کر بھاگنے لگے۔ اُن کی اِس بھاگم بھاگ سے مجاہدین کے لشکر کی ترتیب متاثر ہوئی۔ اِسی دوران میں سردار بدھ سنگھ نے اکوڑہ پہنچ کر نقارہ بجوانا شروع کر دیا۔ نقارے کی آواز سن کر بھاگتے ہوئے سکھ واپس آنے لگے۔ اس طرح سکھ دوبارہ منظم ہو گئے اور انہوں نے مجاہدین پر بندوقوں کی باڑھیں مارنا شروع کیں۔ اس حملے میں صفِ اوّل کے کچھ مجاہد شہید ہو گئے۔ سردار بدھ سنگھ پر مجاہدین کی شجاعت اور پامردی کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ اکوڑہ میں بھی نہ ٹھہرا، بلکہ تین میل اور پیچھے آ کر شیدو نامی گاؤں میں جا اُترا۔ اس کے ساتھ ہی سکھ بھی میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے اور سیدو میں جا کر اپنی از سرِ نو تنظیم شروع کی۔

اکوڑے کی کامیابی نے مسلمانوں کے دل میں اُمید کا چراغ روشن کر دیا۔ علماء و خوانین سرحد کے عظیم الشان اجتماع میں 11/ جنوری 1827ء کو بمقام ھُنڈ سید صاحب کے ہاتھ پر امامتِ جہاد کی بیعت ہوئی۔ پشاور کے درّانی سرداروں یار محمد خان، سلطان محمد خان وغیرہ نے بھی بیعت کی اور معیت کی حامی بھری۔ سید صاحب کی کوشش سے شیدو میں سکھوں سے لڑنے کے لئے کم و بیش ایک لاکھ مجاہد جمع ہو گئے۔ سکھوں نے خفیہ خفیہ تہدید آمیز پیغامات بجوا کر یار محمد خان کو ساتھ ملا لیا۔ اُس نے جنگ سے ایک رات پہلے سید صاحب کو زہر دلوا دیا۔ لڑائی میں سکھوں کے پاؤں اکھڑنے لگے تو خفیہ قرارداد کے مطابق یار محمد اور اُس کے بھائی شکست شکست کا شور مچاتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلے۔ اس طرح غازیوں کی فتح شکست سے بدل گئی۔

سیدو میں اچانک جو بھگدڑ مچ گئی تھی، وہ آنکھیں کھول دینے والی تھی اور اس سے پہلے بھی یہ دیکھا جا چکا تھا کہ فوج کے بعض طبقوں میں نظم و ضبط کا فقدان دوسروں کی شجاعت کو غیر موثر بنا دیتا تھا۔ مجاہدین کی فوج ہندوستانیوں، قندھاریوں اور قبائلیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں آخری دو طبقے غارت گری اور لوٹ سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ اس طرح سنجیدگی سے لڑنے والے دشمن کا سامنا کرتے ہوئے نقصان میں رہتے تھے اور مالِ غنیمت میں اپنے مناسب حصے سے بھی محروم ہو جاتے تھے۔ کسی نہ کسی طرح کا نظم و ضبط نافذ کرنے کے لئے ایک قوتِ حاکمہ (اتھارٹی) پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔ بہت سے سیاسی عالم تھے، اس لئے ایک قانونی اور دینی اساس مہیا کرنی ضروری تھی۔ چنانچہ فروری 1829ء میں سید صاحب نے اڑھائی ہزار علماء و خوانین کو مرکز پنجتار میں جمع کر کے نظامِ شریعت کے اجراء کی بیعت لی۔ مدعا یہ تھا کہ علاقہ سرحد میں شرعی نظام قائم ہو جائے اور خاص و عام اس مقدس نظام کے ماتحت متحد ہو کر ایک جماعت بن جائیں، جسے وہ سب دنیا اور آخرت کی فلاح کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔

ہنڈ کا رئیس خادے خان سکھوں سے مل گیا اور انہیں پنجتار پر چڑھا لایا، لیکن سکھ فوج کے سالار کو لڑائی کی ہمت نہ پڑی۔ سید صاحب نے پہلے ہنڈ کو مسخر کیا، پھر زیدہ کی جنگ میں دُرانیوں کے بھاری لشکر کو شکست دی، جس میں یار محمد مارا گیا۔ مشرقی سمت میں امب پر قبضہ کر لیا۔ نیز مایار (نزد مردان) میں سلطان محمد اور اُس کے بھائیوں کے لشکر پر کاری ضرب لگا کر مردان اور پشاور کو فتح کر لیا۔ سلطان محمد

نے صلح کی درخواست کی۔ سید صاحب نے شرعی نظام کے اجراء اور جہاد میں امداد کے وعدے کی بناء پر پشاور اُسے دے دیا۔ یوں پشاور سے اٹک اور اٹک سے امب تک پورا علاقۂ سرحد ایک نظام کے تحت متحد ہو گیا اور سید صاحب باطمینان پنجاب پر اقدام کی تیاری کرنے لگے۔

سکھوں پر اِس قدر رعب چھا گیا کہ وہ بشرطِ مصالحت اٹک کا پورا علاقہ سید صاحب کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے یہ پیشکش اس بناء پر قبول نہ کی کہ حقیقی مقصود خود کوئی علاقہ یا جاگیر لینا نہ تھا' بلکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بحالی اور نظامِ شرعی کا اجراء تھا۔

1830ء کی سردیوں میں سلطان محمد درانی نے نقضِ عہد اور خفیہ سازش سے ان ڈیڑھ سو غازیوں کو بحالت بے خبری شہید کرا دیا' جو مختلف دیہات میں بکھرے ہوئے تھے۔ یہ غازی سید صاحب کے ارشاد کے مطابق ہندوستان کی اسلامیات کا ''خلاصہ'' اور ''لُبِ لباب'' تھے۔ وہی غازی زندہ بچے جو امب اور پنجتار میں تھے یا بروقت اطلاع مل جانے پر محفوظ جگہوں میں پہنچ گئے تھے۔ ناچار سید صاحب نے درانی سرداروں' نیز بعض دوسرے خوانین کے پیہم نقضِ عہد اور خلل اندازی سے متاثر ہو کر اپنا چار سالہ مرکز چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور کشمیر کا قصد کیا' جہاں کے مسلمانوں کی طرف سے بار ہا دعوت آ چکی تھی۔ ہزارہ' مظفر آباد وغیرہ کے خوانین' جن کے علاقے کشمیر کے راستے پر واقع تھے' ساتھ دینے کے لئے ہمہ تن تیار تھے چنانچہ آپ دشوار گزار پہاڑی راستوں سے گزرتے ہوئے دریائے اباسین کو عبور کر کے راج دواری (بالائی ہزارہ) میں وارد ہوئے اور غازی بھوگڑمنگ' گونش اور بالاکوٹ میں مرکز قائم کرتے ہوئے مظفر آباد (کشمیر) تک پہنچ گئے۔ معاون خوانین کو سکھوں کی دست برد سے بچانے کے لئے ایک فیصلہ کن جنگ ضروری سمجھی گئی۔ اس غرض سے کچھ عرصے کے لئے بالا کوٹ (تحصیل مانسہرہ) میں مقیم ہو گئے۔

اُس زمانے میں رنجیت سنگھ کا بیٹا شیر سنگھ دس ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مانسہرہ اور مظفر آباد کے درمیان چکر لگا رہا تھا۔ وہ اچانک سکھ فوجوں کی بڑی تعداد کو پہاڑی پگ ڈنڈیوں سے گزارتے ہوئے' لمبا چکر کاٹ کر مٹی کوٹ کے ٹیلے پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا' جو قصبہ بالا کوٹ کے عین سامنے جانب مغرب واقع ہے۔ 24 ذی قعد 1246ھ/6 مئی 1831ء کو بروز جمعہ چاشت کے وقت بالاکوٹ اور مٹی کوٹ کے درمیانی میدان میں خون ریز لڑائی شروع ہوئی' جو تقریباً دو گھنٹے جاری رہی۔ سکھوں کی تعداد غازیوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ بہت سے سکھ مارے گئے۔ تقریباً تین سو غازیوں نے جامِ شہادت نوش کیا' ان میں خود سید صاحب اور مولانا اسماعیل بھی شامل تھے۔ بقیہ غازی یہ سن کر میدان سے چلے گئے کہ سید صاحب کو گوجر اٹھا کر پاس کے پہاڑوں میں چلے گئے ہیں۔ شہادت کا علم بعد میں ہوا۔

یوں وہ پیکرِ عزیمت ضلع ہزارہ کے شمال مشرقی گوشے میں ابدی آسودگی سے ہم آغوش ہوا جس نے کامل بے سروسامانی کے باوجود ہندوستان کو اغیار کے تسلط سے پاک کر کے احیائے دین اور اسلامیات کے رنگ میں رنگنے کا بیڑا اٹھایا' مسلمانوں میں سچی اسلامی زندگی کی بے پناہ تڑپ پیدا کر دی اور اپنی تربیت میں ایک ایسی جماعت تیار کی' جس کی مثالیں ابتدائی دور کے مسلمانوں کے بعد بہت کم ملتی ہیں۔ ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کے مقالہ نگار کے الفاظ میں ''کوئی ملک پیش نہیں کیا جا سکتا جہاں زمانہ قریب میں ایسا صاحب کمال پیدا ہوا ہو۔ سید صاحب اور اُن کے رفیقوں سے خلقِ خدا کو جو فیوض حاصل ہوئے' اُن کا عشر عشیر بھی ہندوستان کے دوسرے مشائخ وعلماء پیش نہیں کر سکے۔''

سکھوں نے سید صاحب کی لاش تلاش کرائی تو سر تن سے الگ تھا۔ دونوں کو ملا کر اعزاز کے ساتھ دفن کرا دیا۔

دوسرے یا تیسرے دن نہنگ سکھوں نے لاش قبر سے نکال کر دریا میں ڈال دی۔ سر اور تن پھر الگ الگ ہو گئے۔ موضع تن تالہ (گڑھی حبیب اللہ سے تین میل جانب شمال میں دریائے کنھار کے مشرقی کنارے) کے کسانوں نے دریا سے نکال کر غیر معروف مقام پر دفن کر دیا۔ اب وہ سید صاحب کی ایک قبر بتائی جاتی ہے' جو غیر مستند ہے۔ سر بہتا ہوا گڑھی حبیب اللہ پہنچ گیا۔ وہاں کے خان نے اُسے نکلوا کر دریا کے کنارے ہی دفن کرا دیا۔ یہ قبر مانسہرہ سے مظفر آباد جاتے ہوئے پل سے گزرتے ہی بائیں ہاتھ ملتی ہے۔ 1948ء تک یہ قبر بہت چھوٹی تھی۔ بعد میں اسے بڑھا کر پوری قبر کے برابر بنا دیا گیا۔ شہادت کے بعد سید صاحب کی ایک تصویر شیر سنگھ نے کسی ماہر مصور سے بنوا کر اپنے باپ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور بھیج دی تھی' اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

﴿ولا تحسبن الذین ...... یرزقون﴾
(آل عمران:169)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے' اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا' بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے''۔

سید احمد بریلوی کو بھی مرا ہوا نہ سمجھئے' وہ شہید ہیں اور اللہ کے نزدیک زندہ ہے۔ ان کی تحریک بھی زندہ تھی اور آج تک اُس کے اثرات مسلمانانِ پاک و ہند کی زندگیوں میں جاری وساری ہیں۔ اُن کی تحریک اپنے فوری مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی؟ اس پر تنقیدی جائزے آج تک کئے جاتے ہیں۔ آئندہ قسط میں اس تحریک جہاد کا محاکمہ پیش کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

انتم الاعلون

حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

شاعر ہوں میرا قلب ہے حساس و دردمند — رکھتا ہوں ایک عالمِ عبرت نظر میں بند
ماضی ہمارے حال پہ پرتو فگن نہیں — ہم عظمتِ سلف سے نہیں آج بہرہ مند
اک وقت تھا کہ ہم تھے زمانے میں سرفراز — اک وقت تھا کہ ہم تھے ستاروں سے بھی بلند
ہم کو ملا تھا ''انتم الاعلون'' کا خطاب — ہم تھے خدائے پاک کے نزدیک ارجمند
ہم آخری نبیؐ سے مشرف کئے گئے — ہم ملتِ عظیم تھے اور امت بلند
اپنے امیر عرشِ معلّٰی سے ہم کنار — اپنے فقیر قیصر و کسریٰ سے سربلند
فرعون پر ہنسا کئے دیوانگانِ عشق — قاروں پہ خندہ زن رہے یثرب کے زلہ بند
ہر فرد میں یہ جوہرِ فطرت شکار تھے — قلبِ سلیم و فقرِ صفا ہمت بلند
تسخیر بحر و بر کو کبھی پر کشا ہوئے — پھینکی فرازِ کاہکشاں پر کبھی کمند
جھنڈے حرم کے گاڑ دیئے بامِ کفر پر — فتح و ظفر کے چار سو دوڑا دیئے سمند
اس وقت بھی نظامِ شب و روز تھا یہی — پہنچا سکی نہ گردشِ دوراں ہمیں گزند
اور اب یہ حال ہے کہ زمانے کی آگ میں — اپنا وجود کچھ نہیں جز دانہ سپند

بارِ گراں ہے دل پہ یہ احساس اے نفیس
ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند

رعنا خان

گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟

بطور اپنے آزاد ملکوں کے شہری ہم مسلمان اس وقت اپنی حکومتوں کی غیر منصفانہ پالیسیوں کے باعث نہ صرف شدید مایوسی کا شکار ہیں بلکہ ان کو بدل دینے کی طاقت خود میں نہ پاتے ہوئے اپنے آپ کو کمزور گردانے پر بھی مجبور ہیں۔ اس مایوسی اور کمزوری کی حالت میں فی الوقت ایک ایسا پاورفل ہتھیار ہمیں میسر ہے جو اگر خلوصِ نیت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو مظاہروں، مارچوں اور جلسے جلوسوں سے کہیں زیادہ مثبت نتائج سامنے لاسکتا ہے۔ یہ ہتھیار تمام ان مشہور و معروف اسرائیلی اور امریکی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ ہے جو اسرائیل کی پشت پر عالمِ اسلام کے خلاف ہمہ وقت موجود ہیں۔ اس کے بارے میں "ندائے خلافت" میں اکثر و بیشتر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور کچھ عرصہ پہلے ایڈیٹر کی ڈاک میں ایک خط بھی شامل کیا گیا تھا جس میں سوال اٹھایا گیا تھا کہ یہ بائیکاٹ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے تو یہ جان لیجئے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ انفرادی طور پر یہ حق رکھتے ہیں کہ جو مصنوعات چاہیں اپنے لئے منتخب کریں اور جسے چاہیں خیر باد کہہ دیں یعنی کوئی ہم پر اپنی پسند مسلط نہیں کرسکتا۔ اس طرح یہ کام انتہائی آسان ہو جاتا ہے خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ ہر چیز کا دیسی نعم البدل مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ چونکہ کڑی سے کڑی مل کر ہی زنجیر بنا کرتی ہے لہٰذا جتنے زیادہ سے زیادہ لوگ اس کام میں شامل ہوتے جائیں گے اتنا ہی پریشر مثبت تبدیلیوں کے ضمن میں ہمیں ملتا چلا جائے گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس مسئلے پر کھل کر ایک دوسرے سے بات چیت کریں اور اپنی کمیونٹی کو کنوینس کریں۔ ہمیں آپس میں ایک دوسرے کو بتانا ہوگا کہ پانی کی جگہ پیا جانے والا مشروب کوکا کولا 1966ء سے لے کر اب تک اسرائیل کا نمبر ون سپورٹر بنا ہوا ہے اور جہاں اسرائیلی گورنمنٹ نے کوکا کولا کمپنی کو اسکی شاندار کامیابی کے عوض اسے اسرائیلی ٹریڈ ایوارڈ سے نوازا ہے وہیں ہم مسلمان اپنی خون پسینے کی کمائی سے اس کمپنی کی شہرت میں چار چاند لگا رہے ہیں۔ اسی طرح نیسلے نے اب اپنا فوڈ میکنگ پلانٹ اسرائیلی صحرا میں جا لگایا ہے اور اسرائیل کے ساتھ مستقل طور پر مل کر عالمِ اسلام کے خلاف محاذ آراء ہو چکا ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی توجہ دینا ہوگی کہ ہمارے بچے جانسن اینڈ جانسن کی مصنوعات کے بغیر بھی پل سکتے ہیں۔ جانسن اینڈ جانسن مشہور اور انتہائی متعصب اسرائیلی کمپنی ہے جو گذشتہ چند برسوں سے پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک میں خوب پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔ اس کی وجہ ہماری ignorant consumerism کے بجائے بھلا کیا ہوسکتی ہے۔ مسلمان ممالک میں ڈزنی اور ہالی ووڈ کی موویز کا بھی کریز پایا جاتا ہے جبکہ یہ فلم کمپنیز یہودیوں کی ملکیت ہیں۔ ان کا مالک موگل مائیکل آئزنر کئی ریڈیو اسٹیشن، اے بی سی ٹیلیویژن نیٹ ورک اور کئی اخبارات و جرائد کا نہ صرف بلاشرکتِ غیرِ مالک ہے بلکہ اس کے ریڈیو اسٹیشن اور پبلیکیشنز گوانتانامو بے پر قید مظلوم طالبان کے خلاف ایسے شرمناک الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا لیکن ڈزنی اور ہالی ووڈ کی موویز سے کنارہ کش تو ہوا جاسکتا ہے۔ میکڈونلڈ، جانسن اینڈ جانسن، کوکا کولا، نیسلے، کیلون کلائن، ریولان، ایس ٹی لاڈر، مارک اینڈ اسپینسر، لوریئل، ڈزنی، ہالی ووڈ، کمبرلی کلارک، کلینک، نوکیا، ھینس کا بائیکاٹ جب ہم امریکہ میں رہتے ہوئے کرسکتے ہیں تو اسلامی ممالک میں رہنے والے تو ہم سے بھی زیادہ آسانی اور سہولت کے ساتھ اس کام کو کرسکتے ہیں۔ ہمارے سب سے بڑے دونوں دشمن امریکہ اور اسرائیل کی مصنوعات کا بائیکاٹ بہت آسان ہوسکتا ہے اگر ہم ذہن میں سابق امریکی نائب صدر ایلگور کی تقریر کا یہ متن تازہ رکھیں کہ "ایک صدی پہلے اسرائیل ایک خواب تھا، نصف صدی پہلے وہ ایک حقیقت کے روپ میں سامنے آیا اور آج کسی معجزے سے کم نہیں دکھائی دیتا۔ ہم امریکنز اسرائیل سے روزِ اول سے محبت کرتے آئے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اسرائیل کو اس کے وجود میں آنے کے صرف گیارہ منٹ بعد صدر ٹرومین کی سربراہی میں امریکہ نے تسلیم کرلیا تھا۔ اور یوں نہ صرف امریکہ اسرائیل کو تسلیم کرنے والا پہلا ملک ہے بلکہ یہ تب بھی اسرائیل کے ساتھ تھا، آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" ہم سب ہی یہ بات جانتے ہیں کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ ہر سال 5 بلین سے زیادہ رقم دہشت گرد اسٹیٹ اسرائیل کی بقاء و سلامتی پر خرچ کر ڈالتا ہے۔ لیکن کیا ہم اس حقیقت سے غافل ہیں یا جان بوجھ کر بھولے بنے ہوئے ہیں کہ ایک خطیر رقم امریکی اور اسرائیلی مصنوعات خریدنے کے باعث ہم بھی اسرائیل کو دے ڈالتے ہیں۔ پوری دنیا میں درجنوں امریکی کمپنیز اسرائیلی بینک میں فنڈز بھر رہی ہیں جن کی بیخ کنی کے لئے consumer boycott ایک ایسا ایکشن ہے جو ہر شخص لے سکتا ہے۔ ہر ذی ہوش اور دردمند انسان کو اسرائیلی ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے اس ایکشن پر کمربستہ ہوجانا چاہیئے۔ یہ چونکہ پرامن احتجاج ہے لہٰذا قانونی گرفت میں آئے بغیر اس پر عمل پیرا ہوا جاسکتا ہے۔ بائیکاٹ کی مہم آپ سے کوئی مشقت نہیں لیتی، دراصل یہ آپ کا اپنے آپ سے اپنی ذات سے عہد ہے کہ امریکی اور اسرائیلی مصنوعات کو "نہیں" کہہ دیا جائے۔ بائیکاٹ ہمیشہ سے سیاسی اور قومی جھگڑوں میں اہم کردار کا حامی رہا ہے جس کی آؤٹ اسٹینڈنگ مثالیں موجود ہیں۔ 1905ء میں چائنا نے اس وجہ سے امریکی مصنوعات کا زور و شور سے بائیکاٹ کیا تھا کہ امریکہ میں موجود چائنیز امیگرینٹس کے ساتھ ناروا سلوک رکھا جارہا تھا۔ عرب لیگ نے 1948ء میں ایسی تمام کمپنیوں کا بائیکاٹ کیا جو اسٹیٹ آف اسرائیل کی حمایتی و مددگار تھیں۔ گاندھی نے برٹش مصنوعات کا بائیکاٹ کیا وغیرہ۔ جو لوگ کم علمی اور بےفکری کی بناء پر بائیکاٹ کو مشکل کام گردانتے ہیں اور اس میں رخنہ ڈالنے کے لئے ٹیکنالوجی اور دیگر سائنسی ایجادات استعمال نہ کرنے کا ایشو اٹھاتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ مسلم قوم کے آباء و اجداد نے ہی تاریخ میں پہلی مرتبہ 1344ء میں گن پاؤڈر بنایا تھا اور فرانس و برطانیہ کے ایلچی گن پاؤڈر کی بھیک مانگنے ترکی اور شام پہنچا کرتے تھے۔ اسی طرح جو کیمیکل آتشبازمادہ مسلمان بناتے تھے اور جن کیمیکل ری ایکشنز سے مسلمان کیمیادان آگاہ تھے وہ یورپ کے عظیم کیمیادانوں کے وہم و گمان کو چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔ تاریخ کے سب سے بڑے اور مشہور طبیب ابنِ سینا 57 برس کی عمر میں قولنج سے غالباً اسی لئے وفات پاگئے تھے کہ اس وقت ان کے علاج کے لئے ایک اور ابنِ سینا موجود نہ تھا۔ یورپ کے میڈیکل کالجوں میں عرصۂ دراز تک مسلمان طبیبوں کی لکھی کتابیں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ فکری بےراہ روی اور تقلیدِ مغرب کا سودا اگر ہمارے دماغوں میں نہ سمایا ہوتا تو آج ہمارے نام دورِ حاضر کی ایجادات کے ماتھوں پر بھی جگمگا رہے ہوتے کہ سیکھا اہلِ مغرب نے یہ سب ہم ہی سے تھا۔ یاد رکھئے اندھی تقلید انسان کی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ آج مشرک مصنوعات میں ہماری حد درجہ دلچسپی یہی اندھی تقلید ہے اور کسی بھی قسم کی نصیحت اس سلسلے میں کی جائے تو اس پر کان نہ دھرنے کا ڈیم رسپانس دینے کی عادت پختہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اب ایسے میں گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ *

حیاتِ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

☆ ایک شب لالٹین کی دھیمی روشنی میں ایک خاتون ایک بزرگ کی خدمت میں بیٹھی' اپنے بیٹے کی شکایت کر رہی تھیں: ''آپ اِس کی عمر دیکھیں۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں رات دن پڑھتا رہتا ہے۔ ساری رات جاگ کر کتابوں میں گھسا رہتا ہے۔ اس کی صحت گر رہی ہے۔ کتاب چھوڑتا ہے تو مصلّے پر کھڑے ہو کر عبادت کرتا رہتا ہے۔ میں سمجھاتی ہوں کہ اعتدال سے کام لو تو اُلٹے سیدھے جواب دیتا ہے۔ آپ ہی اُسے سمجھائیں۔'' بزرگ نے اُس لڑکے کو بلوایا اور کان مروڑ کر فرمایا: ''شبیر' تم نے اپنی والدہ کو شکایت کا موقع کیوں دیا؟'' شبیر یہ سن کر رو پڑا اور اُس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

یہ حساس' فرض شناس اور نازک طبع لڑکا شبیر احمد تھا' مولانا فضل الرحمٰن عثمانی کا بارہ بیٹوں میں سے چھٹا یعنی شیخ الاسلام' امام المفسرین' رئیس المحدثین' مولانا شبیر احمد عثمانی وہ بزرگ جنہوں نے اُن کے کان مروڑ کر سمجھایا تھا' وہ تھے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس' جن کے بے شمار فاضل شاگردوں میں' مولانا عبیداللہ سندھی' مولانا سید انور شاہ کاشمیری' مفتی کفایت اللہ' مولانا حسین احمد مدنی' جیسے اکابر شامل ہیں۔ تمام شاگردوں میں علامہ عثمانی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ شیخ الہند نے قرآن کریم کا جو ترجمہ نامکمل چھوڑا تھا' اُس کی تکمیل کے لئے علامہ عثمانی ہی کو وصیت فرمائی۔ شیخ الہند نے مالٹا کی اسیری کے دوران میں صرف دو ابتدائی سورتوں سورہ بقرہ والنساء کے فوائد لکھے تھے۔ چنانچہ آپ نے ''فوائد القرآن'' کے نام سے اسے مکمل کیا اور یہ اس قدر مقبول ہوا کہ اُردو کے علاوہ عربی' فارسی اور دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم شائع ہوئے۔ حکومت افغانستان نے سرکاری طور پر ''فوائد القرآن'' کا پشتو ترجمہ کرایا' اور اب کچھ عرصے سے شاہ فہد ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام حجاج کرام کو بطور ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ التفسیر علامہ عثمانی نے مسلم شریف کی شرح لکھی اور عربی زبان میں لکھی اور اس کا نام ''فتح الملھم'' رکھا۔ یہ پانچ پانچ سو صفحات کی تین جلدوں پر مشتمل ہے' جن کو نواب حیدر آباد (میر عثمان علی خان نے عقیدت مندی کے ساتھ سرکاری اہتمام سے طبع کرایا۔ تمام علمائے عرب و عجم اُن کی شرح کو علامہ نوویؒ کی شرح کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں تفسیر و حدیث پر ان دو عظیم الشان تصانیف کے علاوہ موصوف کی دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں: اعجاز القرآن' الشہاب الثاقب' العقل والنقل فی الاسلام وغیرہ۔

شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند میں اٹھارہ سال درس دیتے رہے' اور اٹھارہ سال تک برائے نام تنخواہ یا اعزازیہ لیتے رہے' کیونکہ مفت یا اعزازی تدریس کا قاعدہ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں علامہ صاحب اپنے قریبی احباب سے فرمایا کرتے تھے ''مجھے خوفِ الٰہی ہے۔ اگر میں ان دونوں کی تنخواہ لے لوں' جن میں دارالعلوم سے غیر حاضر رہتا ہوں یا پوری توجہ اور انہماک سے ایک یا زیادہ دفعہ اپنے فرائض مکمل طور سے ادا نہ کروں تو کہیں قیامت کو مجھ سے مواخذہ نہ ہو۔''

دارالعلوم دیوبند کے عہدِ تدریس میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم اور علامہ انور شاہ کاشمیری کے درمیان انتظامی امور پر اتناز بردست اختلاف رونما ہوا کہ معلمین و متعلمین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ علامہ عثمانی علامہ کشمیری کے حامی تھے۔ ان دونوں کی قیادت میں ایک گروہ نے دیوبند کو الوداع کہا اور ضلع سورت کے مقام ڈابھیل میں پہنچ کر جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک اسلامی دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ یہ دینی درس گاہ بارہ سال یعنی تقسیمِ ہند تک ترقی کرتی رہی۔

شیخ الاسلام کو ''جمعیۃ العلماء ہند'' کی مجلس عاملہ اور شعبۂ انتظامیہ میں نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ علامہ عثمانی نے 1922ء سے 1946ء تک مسلسل جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے ممتاز اور سرگرم رُکن رہے۔ لیکن جب علامہ اقبال کے خطبۂ الٰہ آباد (1930ء) کے بعد دو قومی نظریے کی آواز تیزی سے بلند ہوئی اور اُنہوں نے قلمی معرکے میں مولانا حسین احمد مدنی کو یہ کہہ کر شکست دے دی۔

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمدؔ ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقامِ محمدؐ عربی است

اور جب 1940ء کی ''قراردادِ لاہور'' کے بعد تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو علامہ عثمانی نے دیوبند سے مستقل علیحدگی اختیار کی اور ''جمعیت علماء اسلام'' کی بنیاد ڈالی۔ اپنی علیحدگی کے اسباب اور دو قومی نظریے کی حقانیت پر اُن کے دلائل اُن کے اُس اوّلین مکتوب سے واضح ہیں جو موصوف نے ''جمعیۃ علماء اسلام'' کے اجلاس کلکتہ منعقدہ 27 اکتوبر 1945ء کو بدست مولانا محمد متین صاحب خطیب انبالہ بھجوایا تھا۔ دو قومی نظریے اور تحریکِ پاکستان کے بارے میں اُن کے مستحکم دلائل کا بڑا ثبوت تاریخی رسالہ (مکالمۃ الصدرین'' (1945ء) ہے جو ''ندائے خلافت'' کے ''نظریۂ پاکستان نمبر'' میں جوں کا توں شامل ہے۔ صوبہ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں علامہ صاحب کے طوفانی دورے اور قائداعظم کا جنازہ پڑھانے تک سب حالات کی تفصیل اس کتاب میں شامل ہے۔

ریاست بہاولپور کے وزیرِ تعلیم مخدوم زادہ حسن محمود کی دعوت پر شیخ الاسلام 9 دسمبر 1049ء کو ''جامعۂ عباسیہ'' کے معائنے کے لئے علالت کی حالت میں بہاولپور پہنچے اور چار روز بعد 13 دسمبر کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئے' اور تدفین کے لئے ان کا جنازہ کراچی لے جایا گیا۔

اُن کا مزار قائداعظم کے مزار کے مغربی جانب کچھ فاصلے پر اسلامیہ کالج کے صدر دروازے پر ہے اور اُن کے پہلو میں مولانا سید سلیمان ندویؒ محوِ استراحت ہیں۔

لحد سے لے کر مہد تک شیخ الاسلام کے سوانح زیرِ نظر کتاب میں فیض انبالوی اور شفیق صدیقی نے مرتب کئے تھے۔ یہ کتاب پہلی بار علامہ صاحب کی وفات کے چند روز بعد دسمبر 1949ء میں شائع ہوئی تھی اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن دسمبر 2002ء میں ظہور احمد خان صاحب امرتسری کی توجہ اور کاوش سے شائع ہوا ہے۔ اس ایڈیشن کی خاص اور قابلِ ذکر بات خود ظہور احمد خان صاحب کا طویل مقدمہ ہے۔ ''حیاتِ شیخ الاسلام'' تو صرف 75 صفحات کو محیط ہے' جبکہ مقدمہ 130 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس فاضلانہ اور محققانہ مقدمے میں سینکڑوں حوالوں کے ساتھ ظہور صاحب نے جمعیۃ العلماء ہند سے وابستہ علماء اور دوسرے نیشنلسٹ علماء کے متحدہ قومیت کے نظریے کے خلاف ایسا مواد جمع کر دیا ہے اور ایسا بند باندھا ہے کہ اسے ''قاطع برہان'' کہا جا سکتا ہے۔ اس مقدمے کی موجودگی میں پانی اگر اب بھی نشیب میں نہیں گرتا تو اسے خواہ مخواہ کی ضد اور کٹ حجتی ہی کہا جائے گا۔ جناب مختار جاوید منہاس نے اپنے طویل ''دیباچے'' سے ''مقدمے'' کی توثیق مزید کر دی ہے۔ کتاب ''ادارۂ پاکستان شناسی'' نے شائع کی ہے۔ قیمت 120 روپے ہے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے:

''اورینٹل پبلی کیشنز' 35 رائل پارک' لاہور''

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال وجواب کی نشست

س : چین، ہندوستان اور یورپ میں انسانی آبادی کثیر تعداد میں پائی جاتی ہے، چونکہ انبیاء دنیا کے ہر علاقے میں بھیجے گئے ہیں اس لئے ان علاقوں کی تاریخ کے حوالے سے براہ مہربانی واضح کریں کہ وہاں انبیاء اور الہامی کتابوں کے کیا آثار ملے ہیں؟

ج : اس پر ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ نبی، رسول اور آسمانی کتابوں میں سے یقین کے ساتھ ہم صرف ان ہی کو مانیں گے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ البتہ گمان ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح ہو کہ اصل میں ہندوستان میں جو منو مشہور ہیں، منوسمرتی، منو کا ایک قانون، ایک رائے ہے کہ کوئی ایک شخص تھا جو کہ فرنچ سکالر تھا جس نے چالیس سال ہندوستان میں رہ کر ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور اس نے کہا مہانوح تھا، مہانوح سے منو بنا ہے، منوسمرتی حضرت نوح ؑ کی شریعت تھی۔ واللہ اعلم۔ اسی طرح بعض لوگوں کی رائے ہے کہ گوتم بدھ اللہ کے نبی تھے اور قرآن میں ''ذوالکفل'' کا جو لفظ آیا ہے اس سے مراد وہی ہیں، کپل وستو کا شہزادہ۔ عربی حروف تہجی میں ''پ'' نہیں ہے تو پ، ف سے بدل کر کفل ہوگیا، ذوالکفل یعنی کفل وستو والا۔ وہ وہاں کے شہزادے تھے۔ اسی طرح کرشن جی کے بارے میں بھی گمان ہوتا ہے کہ شاید وہ نبی تھے۔ اپنشد کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ صحف ابراہیم کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ یہ امکانات ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سقراط بھی نبی ہو۔ اسی طریقے سے چین کا فلسفی کنفیوشس ہوسکتا ہے کہ اللہ کا نبی ہو۔ بہرحال یہ سب باتیں ہم گمان کے درجے میں کہہ سکتے ہیں، یقین سے نہیں۔ ویسے حضرت مجدد سرہندیؒ نے پنجاب کے اس علاقے کے بارے میں جو دریائے ستلج سے نیچے ہے یعنی ریاست پٹیالہ، ہریانہ اور ضلع حصار کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس علاقے کے اندر تمیں انبیاء دفن ہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ ان کا مکاشفہ ہے، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ یقین سے ہم انہی کے بارے میں کہیں گے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

س : اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف جتنے انبیاء بھیجے وہ دوسری اقوام کی طرف نہ بھیجے جبکہ بنی اسرائیل سرکشی کی جانب مائل نظر آتے ہیں؟ نیز انہیں دنیا کی باقی اقوام پر فضیلت کیوں دی گئی؟

ج : یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ جس کو وہ چاہتا ہے، چن لیتا ہے۔ لیکن اگر دنیا کے دوسرے علاقوں میں نبیوں کا ذکر قرآن میں موجود نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں نبی نہیں ہوئے۔ چونکہ وہ لوگ جن سے قرآن خطاب کر رہا تھا صرف ان ہی نبیوں اور رسولوں سے واقف تھے۔ ورنہ پہلے تو انہیں جغرافیہ پڑھایا جاتا کہ چین نامی ایک ملک بھی ہے اور اس چین کے اندر فلاں نبی ہوا تھا۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کے لئے معروف نہیں تھیں۔ قرآن یہ چیزیں سکھانے نہیں آیا۔ قرآن تو کتاب ہدایت ہے۔ قرآن میں مذکور نبیوں کے حوالے سے جو باتیں حضور ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچ گئی ہیں بس وہ ہماری ہدایت کے لئے کافی ہیں۔

س : آپ کی رائے میں حضرت آدم وحواؑ کی پیدائش کا قرآنی نظریہ کیا ہے؟ اور اس سے اس عام نظریئے کی کتنی تائید ہوتی ہے کہ حضرت آدم وحواؑ آسمانوں پر اپنی روحانی و جسمانی پیدائش کے بعد جنت میں رکھے گئے اور پھر بعد میں زمین پر بھیجے گئے؟

ج : یہ سوال ایسا ہے جس میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ حضرت آدمؑ وحواؑ کی تخلیق یہیں زمین پر ہوئی ہے۔ زمین ہی پر ایک اونچے مقام پر، ایک بہت عمدہ سرسبز وشاداب علاقے میں ان کو رکھا گیا ہے اور پھر وہیں سے اترنے کا حکم دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال ان چیزوں کے اندر زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے جو قرآن وحدیث میں آیا ہے ہمیں اسے من وعن مان لینا چاہئے۔

س : میری عمر تقریباً 36 سال ہے۔ اب جا کر مجھے ہدایت نصیب ہوئی ہے چنانچہ میں نے توبہ کر کے باقاعدگی سے نماز شروع کی ہے اور قرآن کی طرف رجوع کیا ہے۔ براہ مہربانی قرآن اور احادیث کے حوالے سے میری ان نمازوں کا معاملہ بیان فرمایئے جو میں پچھلے سالوں میں قضا کر چکا ہوں۔

ج : جب انسان خلوص دل کے ساتھ توبہ کر لیتا ہے تو سابقہ چیزیں معاف ہو جاتی ہیں، جیسا کہ فرمان نبویؐ ہے ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں''، یعنی اگر خلوص سے توبہ کی ہے اور آئندہ اس کے اندر کوتاہی نہ ہو یا کسی وقت کوئی نماز رہ بھی جائے تو پھر اس کی قضا کی جائے اور معافی مانگی جائے تو واقعی اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے، بہت غفور رحیم ہے۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا تھا کہ تم شراب کی حرمت کا آخری حکم آنے سے پہلے جو کھا پی چکے ہو وہ تمہیں معاف ہے۔ یہ نہیں کہ مجھے تو 60 سال ہو گئے پیتے ہوئے، اب تو میرے جسم کے ایک ایک سیل کے اندر شراب پہنچی ہوئی ہے تو اب میں کیسے بچوں گا؟ نہیں۔ بس ہدایت کے راستے پر آدمی چل پڑے تو پچھلا جو کچھ معاملہ تھا وہ حساب صاف ہو جاتا ہے۔

س : گاڑیاں جو لیز پر لی جاتی ہیں ان کی قیمت پر جو مارک اپ دیا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج : یہ خالص سود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

س : آپ نے جمعۃ المبارک کو خطبہ نکاح کے موقع پر د مرتبہ سیدنا و مولانا محمد عبدہ و رسولہ، استعمال کیا۔ کیا حضور پاک ﷺ کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا ٹھیک ہے؟

ج : بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں لوگوں کو خواہ مخواہ مغالطہ ہو جاتا ہے، لفظ مولیٰ کے کئی معانی ہیں۔ آقا کو بھی کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے تو اصل مولا ہمارا اللہ ہے۔ لیکن مولیٰ کسی حمایتی کو بھی کہتے ہیں، مددگار کو بھی کہتے ہیں اور یہاں تک کہ کسی آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع موالی ہے۔ حالی موالی، یہ جو ہم بولتے ہیں حالی موالی، وہ لوگ جو کسی کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ چونکہ وہ پہلے آپ کا غلام تھا، اگرچہ آپ نے آزاد کر دیا لیکن پھر بھی ظاہر بات ہے کہ وہ آپ کی عزت کرے گا۔ کبھی وقت پڑنے پر آپ کی مدد کرے گا، تو اس لئے اس کا ایک مقام رہتا ہے۔ چاہے وہ اب غلام نہیں ہے لیکن اس کی ایک حیثیت ہے۔ تو اس اعتبار سے غلام جو آزاد شدہ ہے اسے بھی مولیٰ کہتے ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہوتی ہے.....

''روایت کیا گیا ثوبان سے جو مولیٰ تھے اللہ کے رسول ﷺ کے۔'' تو اس معنی میں یہ لفظ بہت سے مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

س : قرآن پاک میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل ناحق اپنے پیغمبروں کو قتل کرتے تھے، لیکن آپ نے ایک مرتبہ درس میں کہا تھا کہ پیغمبروں کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی وضاحت کر دیں۔

ج : میری رائے یہ ہے کہ رسول شہید نہیں ہوتا، نبی شہید ہو سکتا ہے۔ اگرچہ نبی اور رسول کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہو جاتے ہیں لیکن اگر دونوں کا اصطلاحی فرق سامنے رہے تو یہ کنفیوژن پیدا نہیں ہوسکتا۔

س : صبح کی نماز باجماعت کے دوران اکثر لوگ سنتیں پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کیا یہ سنتیں پڑھنی چاہئیں؟ احادیث کی رو سے بیان فرمائیں۔

ج : اصل میں اگر تو ایسا ہو کہ مسجد بڑی ہو اور اندر جماعت ہو رہی ہو اور اس کے باہر برآمدے میں امام کی قراءت کی آواز نہ آ رہی ہو، اور آپ کو یہ توقع ہو کہ آپ دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائیں گے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ دو سنتیں پڑھ لی جائیں۔ لیکن جہاں امام کی قراءت کی آواز آ رہی ہو وہاں سنت پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ حکم ہے کہ جب قرآن کی قراءت کی جا رہی ہو تو اسے توجہ سے سنو اور خود خاموش رہو۔ لہٰذا یہ طرز عمل اس کے خلاف ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ وہ سنتیں جو آپ کی رہ گئی ہیں سورج کے طلوع ہونے کے بعد ادا کر لیں۔

*

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ "تنظیم اسلامی" کی سرگرمیاں اوراطلاعات

تربیتی پروگرام برائے نقباء

اس ضمن میں اب تک دو پروگرام ہو چکے ہیں۔ایک کوئٹہ (حلقہ سندھ بالائی اور حلقہ بلوچستان کے نقباء کے لئے اور دوسرا گوجرخان میں (حلقہ پنجاب شمالی کے نقباء کے لئے)

کوئٹہ کے پروگرام کی تفصیلی رپورٹ ذیل میں درج ہے۔ گوجرخان میں منعقدہ پروگرام کی رپورٹ بھی موصول ہوگئی تھی تاہم پروگرام چونکہ بالعموم ایک جیسے تھے لہٰذا گوجرخان والے پروگرام کی مکمل رپورٹ درج نہیں کی جارہی۔مختصراً عرض ہے کہ یہ پروگرام 9 تا 12 اگست مسجد العابد میں منعقد ہوا۔شرکاء کی تعداد تیس کے لگ بھگ رہی۔گوجرخان کے اس تربیتی پروگرام برائے نقباء میں امیر تنظیم' ناظم اعلیٰ اور ناظم تربیت کے علاوہ ناظم دعوت چوہدری رحمت اللہ بٹر اور امیر حلقہ پنجاب وسطی جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحبان کے لیکچر وتقاریر بھی ہوئیں۔

گوجرخان کے اس پروگرام کے منتظم اعلیٰ' گوجرخان تنظیم کے امیر جناب مشتاق حسین صاحب تھے جنھوں نے انتظامی معاملات میں بھرپور تعاون پر اپنے رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔

کوئٹہ نقباء کا تربیتی پروگرام

پہلے دن کی کارروائی (9 اگست 2003ء)

اس تربیت گاہ کا آغاز 9 اگست 2003ء بعد نماز عصر ہوا۔ناظم تربیت جناب شاہد اسلم نے خطبہ مسنونہ کے بعد تربیت گاہ کے مقاصد اور اس کی افادیت بیان کی۔بعدازاں انھوں نے جناب انجینئر نوید احمد ڈائریکٹر "قرآن اکیڈمی" کراچی سے درخواست کی کہ وہ سٹیج پر آ کر اپنا مفصل تعارف نقباء اور ملتزم رفقاء کے سامنے رکھیں۔اس تعارف کے بعد اب نقباء اور ملتزم رفقاء سے اپنے اپنے تعارف کو کہا گیا۔چنانچہ سب نے اپنا اپنا مفصل تعارف پیش کیا۔مغرب کی نماز کے بعد اگلا پروگرام بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی ویڈیو "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک" تھا۔یہ ایک گھنٹے کا درس تھا جسے تمام رفقاء نے بڑی توجہ سے سنا۔

دوسرے دن کی کارروائی (10 اگست 2003ء)

آج کا موضوع تھا "اخلاقیات" اور مقرر تھے عبدالسلام عمر جو کوئٹہ کی تنظیم کے روح رواں ہیں۔انھوں نے بڑی عمدگی اور بہت ہی تفصیل سے اخلاقیات کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی۔گفتگو کے بعد انجینئر نوید صاحب نے اس نوجوان سے ملاقات کی اور ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور اُن کے خطاب کو بہت سراہا۔ یہ خطاب پورے ایک گھنٹے کا تھا۔

اس کے بعد "عبادات" کے موضوع پر محترم انجینئر نوید احمد نے تفصیل سے گفتگو فرمائی اور عبادات کے تمام پہلوؤں کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کیا۔گیارہ بجے چائے کا وقفہ تھا۔ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ناظم تربیت عزیزم شاہد اسلم نے "دعوتی کام کیسے" کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔انھوں نے داعی کے اوصاف تعلق مع اللہ و تعلق مع الرسول' گفتار اور کردار کی ہم آہنگی' جزوی اور محدود دعوت' انفرادی اور اجتماعی دعوت' انفرادی رابطہ ایک کامیاب داعی کے چھوٹے چھوٹے موضوعات کو بہت ہی اچھے پیرائے میں بیان کیا۔آخر میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے انھوں نے دعوت کے تین زریں اصول بتائے۔اوّل دعوت دیتے ہوئے بحث نہ کریں' دوم آپ کے دل میں ہمدردی کا جذبہ کارفرما ہو' سوم دعوت مسلسل ہو اور مایوسی نہ ہو۔

اب ظہر کی نماز کی تیاری کا وقت تھا۔بعد نماز کھانا تناول کیا گیا اور اس کے بعد آرام کا وقت تھا۔ساڑھے چار بجے تمام رفقاء چائے پینے کے بعد تازہ دم ہو چکے تھے سب نے پونے پانچ سے پونے چھ بجے تک ایک گھنٹے پر مشتمل بانی تنظیم کا خطاب "اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر لبیک" کے موضوع پر بقیہ ویڈیو کیسٹ سنی۔نماز عصر کے بعد انجینئر نوید احمد صاحب نے موضوع "شرعی پردہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اور مَردوں کی قوامیت" پر بہت ہی جامع انداز میں خطاب فرمایا۔موصوف نے بڑی خوش اسلوبی سے پردے کے تمام پہلوؤں کو سمیٹا۔بعد نماز عصر تا مغرب ناظم تربیت شاہد صاحب نے تمام رفقاء کو چار چار ساتھیوں کے گروپ میں تقسیم کیا۔اور مختلف گلیوں' محلوں میں دعوت دینے کے لئے گشت پر بھیجا۔جب شام کی اذانیں ہونے لگیں تو تمام رفقاء گشت ختم کر کے مسجد میں جمع ہو گئے۔نماز مغرب کے بعد امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے احباب اور رفقاء سے خطاب فرمایا جس کا موضوع تھا "نظم بالا سے تعلقات نصاب نمبر 2 کی روشنی میں" یہ خطاب تو تھا اصولاً نقباء اور رفقاء سے' مگر احباب کی آمد کی وجہ سے گفتگو کا رُوئے سخن نقباء اور رفقاء سے ہٹ گیا تھا۔اس لئے انجینئر نوید احمد صاحب کو مدعو کیا گیا کہ وہ سٹیج پر آ کر تنظیم اسلامی کی دعوت احباب کے سامنے رکھیں۔چنانچہ انھوں نے اپنے مختصر وقت میں سامعین کے سامنے تنظیم کے تمام پہلوؤں پر اپنے جامع خطاب میں روشنی ڈالی۔اس کے بعد امیر محترم تشریف لائے۔جنھوں نے اپنے مختصر خطاب میں نظم بالا سے تعلقات پر گفتگو کی۔اور نقشے کے ذریعے سے اس موضوع کو سمجھانے کی کوشش فرمائی۔اب وقت تھا نماز عشاء کا۔نماز کے بعد کھانے کا وقت تھا۔کھانے سے فارغ ہونے کے بعد 9 نوجوانوں نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی اور باقاعدہ تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ان نوجوانوں کا تعلق کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تھا۔اور ان میں سے چھ کا تعلق اسرہ کینٹ سے تھا اور بقیہ تمام کا شہر کے اسرہ سے۔اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان شامل ہونے والے رفقاء کو استقامت عطا فرمائے۔آمین!

تیسرے دن کی کارروائی (11 اگست 2003ء)

سب سے پہلے لیکچر جناب انجینئر نوید احمد صاحب کا تھا' موصوف کا موضوع تھا "تبلیغ میں حکمت" اپنی تقریر کے آغاز میں انھوں نے تاکید افرمایا کہ تبلیغ کا عمل اس وقت تک کارگر اور مفید ثابت نہیں ہوسکتا' بلکہ نقصان دہ ہوتا ہے جب تک دعوت دینے والے شخص میں قول اور فعل کا تضاد موجود ہے۔انھوں نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اس موضوع کو بہت وضاحت سے بیان کیا۔

اس کے بعد دوسرا لیکچر ہوا۔امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب کا موضوع تھا "نظم بالا کا ماتحت رفقاء سے تعلقات نصاب نمبر 2 کی روشنی میں" امیر محترم نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی مدد سے بات کو ذہنوں تک اتارنے کی کوشش کی۔جس بات کی سمجھ نہ آتی تھی رفقاء کو درمیان میں سوالات کرنے اور وضاحت چاہنے کی اجازت تھی۔ڈیڑھ بجے امیر محترم نے تمام رفقاء سے فرداً فرداً الوداعی اجازت چاہی اور عازم سفر ہوئے۔

پونے دو بجے نماز ظہر کا وقت تھا۔نماز کے بعد تمام رفقاء نے کھانا کھایا اور پھر آرام کیا۔پونے پانچ بجے انجینئر نوید صاحب نے "معاملات" کے موضوع پر بہت ہی جامع گفتگو فرمائی موصوف نے اخلاقی' قانونی' گھریلو معاملات' بڑوں کے ادب واحترام' چھوٹوں پر شفقت تمام چھوٹے بڑے موضوعات کو بیان کیا۔

اب باری تھی ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی صاحب کی۔ یہ ایک مذاکرہ تھا۔جس کا موضوع تھا۔"تنظیم اسلامی میں نقیب کا کردار" خلجی صاحب نے رفقاء اور اپنے درمیان ایسی بے تکلف فضاء پیدا کر دی تھی جیسے کسی کے گھر میں گھریلو معاملات پر بحث و تمحیص ہوتی ہے۔تمام رفقاء بہت ہی محظوظ ہو رہے تھے اور جی نہیں کرتا تھا کہ یہ مذاکرہ ختم ہو لیکن وقت کی تنگی نے سارے لطف پر پانی پھیر دیا۔اس کے بعد پانچ منٹ کا وقفہ ہوا۔اب دوبارہ باری تھی ناظم تربیت شاہد اسلم صاحب کی۔آج کا موضوع تھا "بچوں کی تربیت اور رشتوں کے حقوق"۔انھوں نے تربیت اور حقوق کے تمام پہلوؤں کو ایک نقشے کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی۔نماز عصر کے بعد ناظم دعوت نے تمام رفقاء کو چار چار ساتھیوں کے گروپ میں تقسیم کیا۔اس دفعہ انھوں نے نزدیک ترین رفقاء سے ملاقاتیں کرنے کے لئے بھیجا۔چنانچہ چار رفقاء سے گھروں پر ملاقاتیں کی گئیں اور انھیں پروگراموں میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

نماز مغرب کے بعد بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کا "درس قرآن" سورۂ عنکبوت کے آخری تین رکوع کا درس سنا گیا جو نماز عشاء پر ختم ہوا۔

چوتھے دن کی کارروائی (12 اگست 2003ء)

صبح کے ناشتے کے بعد جناب اظہر بختیار خلجی ناظم اعلیٰ نے "ماتحت رفقاء کو نصاب کی تدریس اور اسرہ کیسے کنڈکٹ کیا جائے" کے موضوع پر مفصل گفتگو فرمائی۔خلجی صاحب کا انداز بیان سمجھانے اور بات کو ذہن تک اتارنے کا تھا۔نقشے کے

ذریعے نقیب اسرہ کے فرائض منصبی گنوائے۔ اس کے بعد علمی تربیت' نقیب کے کام کرنے کے اوزار (یعنی ڈائری اور فائل وغیرہ) غیر اسبابی ہتھیار کی انھوں نے یوں تشریح کی کہ قران مجید سے تعلق' قران کا فہم حاصل کرنا' حدیث مبارکہ کو بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا' اپنی اصلاح کرتے رہنا۔ پروگرام اور تربیت گاہ کا اختتام نزدیک ہوتا جا رہا تھا کہ ناظم اعلیٰ صاحب نے فرداً فرداً ہر رفیق سے تربیت گاہ کے بارے میں مشورے اور تجاویز مانگیں۔ تمام رفقاء کے تقریباً ملے جلے تاثرات تھے۔ سب نے اس تربیت گاہ کو بہت سراہا اور کامیاب ترین قرار دیا۔ سب رفقاء کی یہ متفقہ رائے تھی کہ اس تربیت گاہ میں جو نصاب پڑھایا گیا' اس کا مواد کتابی شکل میں ڈھال کر نقباء اور سینئر رفقاء کو مہیا کیا جائے تا کہ وہ مطلوبہ لائحہ عمل کے مطابق احسن طریقے سے کام کر سکیں۔

آخر میں ناظم تربیت جناب شاہد اسلم نے اپنے الوداعی کلمات کہے۔ انھوں نے تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔ جنھوں نے ہمہ وقت اس میں شرکت کی۔ پھر فرداً فرداً تمام منتظمین اور خدمت پر تعینات افراد کا بھی شکریہ ادا کیا۔ جناب خلجی صاحب کے بھی یہی تاثرات اور جذبات تھے۔ دونوں اکابرین نے چونکہ ساڑھے دس بجے کوئٹہ ایکسپریس سے روانہ ہونا تھا' اس لئے دونوں حضرات فرداً فرداً ہر رفیق سے بغل گیر ہو کر الوداع کہا۔ الوداع ہوتے وقت ہر رفیق کے کیا احساسات تھے' یہ خدا ہی جانتا ہے' مگر ان کے لبوں پر یہ دعا ضرور تھی کہ اللہ کے ان نیک اور مخلص بندوں پر ہمیشہ اللہ کی رحمت برستی رہے۔ اور اللہ انہیں دونوں جہانوں میں عزت اور سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین!

پروگرام اور تربیت گاہ کا آخری حصہ رہ گیا تھا اور وہ تھا۔ بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ''درسِ قرآن'' کا ویڈیو کیسٹ۔ تمام رفقاء نے دلچسپی اور توجہ سے یہ ایک گھنٹے کا درس سنا۔ اب یہ تربیت کا اختتام تھا۔ امیر حلقہ راشد گنگوہی صاحب اٹھے اور رفقاء و نقباء سے یوں مخاطب ہوئے۔ ''دیکھئے صرف فارم پُر کر دینا تنظیم میں شمولیت اختیار کرنے کے برابر نہیں ہے بلکہ موجودہ تربیت اسی لئے تھی کہ ہمیں جو اس سے رہنمائی ملی ہے اس پر ہم عمل کریں۔ اپنے فرائض کو پہچانیں۔ جیسے دنیا کے کاروبار میں ہم یہ چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ ترقی کرتا چلا جائے۔ ٹھیک اسی طرح تنظیم کی ترقی بھی ہمارے پیش نظر ہو۔ جب تک یہ سوچ پیدا نہیں ہوگی ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو ہی نہیں سکتے۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ بے شک پہلے کوئٹہ کی تنظیم میں جمود تھا۔ مگر ایسی بے لوث شخصیات خلجی صاحب اور شاہد اسلم صاحب کے آنے سے اب انشاء اللہ یہ تنظیم جمود کا شکار نہیں ہوگی۔ آخر میں دعا ہوئی اور تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو خوش و خرم چل دیئے۔

''اس تربیت گاہ کی منفرد خصوصیات''

یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اس تربیت گاہ کے لئے تنظیم اسلامی کوئٹہ کو قبول کیا۔

1۔ یہ نقباء اور ملتزم رفقاء کی پہلی تربیت گاہ تھی جو تجرباتی طور پر کوئٹہ سے شروع کی گئی اور خدا کے فضل سے یہ کامیاب ترین تربیت گاہ ثابت ہوئی۔

2۔ روزانہ باقاعدگی سے نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن مجید' لحن جلی' اور تجوید کی کلاس ہوتی تھی۔ محترم قاری شاہد اسلام بٹ گھر سے تشریف لاتے اور تمام رفقاء کو پڑھاتے۔ انھوں نے بڑے سلیس اسلوب اور بہت پیارے انداز میں سمجھایا اور پڑھایا۔ دعا ہے کہ اللہ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

3۔ اس تربیت گاہ میں نوجوان اور بزرگ رفقاء نے نماز تہجد اور ذکر و اذکار کو باقاعدگی سے جاری رکھا۔ رات کی تنہائی میں اٹھ کر اپنے رب سے مناجات اور اپنی ہدایت کی دعا کرتے رہے۔

4۔ آخر میں ایک ایسی ہردلعزیز شخصیت کا اگر شکریہ ادا نہ کرتے چلیں تو یہ احسان فراموشی ہوگی۔ جنھوں نے اپنا تین منزلہ پلازہ' اور اس میں تمام جدید سہولتیں اپنے ساتھیوں پر نچھاور کردی تھیں۔ انھوں نے اس پر بس نہ کی بلکہ روزانہ صبح کا ناشتہ بھی ہیں ساتھیوں کے لئے گھر سے بنوا کر لاتے اور تواضع فرماتے۔ گویا جان کے ساتھ اپنا مال بھی پیش کر دیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ موصوف کو اور ان کے گھر والوں کو سکون قلبی کی نعمت سے نوازے اور دونوں جہانوں کی سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین! وہ شخصیت ہیں جناب رضوان صاحب!

5۔ روزانہ دوپہر اور رات کے کھانے کی ترتیب یہ تھی کہ روزانہ ایک ساتھی اپنے گھر سے تمام ساتھیوں کے لئے کھانا پکوا کر لاتا۔ تمام ساتھیوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اللہ سب کے رزق میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

6۔ ناظم تربیت عزیزم شاہد اسلم صاحب' محترم ناظم اعلیٰ خلجی صاحب' اور محترم راشد گنگوہی امیر حلقہ بلوچستان نے فرداً فرداً اور تمام رفقاء نے جناب رضوان صاحب کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ ان کی اس بے لوث خدمت کو سرمایہ آخرت بنائے آمین!

(مرتب: سلیمان قیوم' نقیب اسرہ' نواں کلی' کوئٹہ)

کورنگی ٹاؤن: ماہانہ تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی کورنگی ٹاؤن کا ماہانہ تربیتی پروگرام 31/اگست بروز اتوار قرآن مرکز کورنگی میں منعقد ہوا۔ رفقاء کی نظر' فکری اور عملی رہنمائی کے حوالے سے یہ اپنی نوعیت کا دوسرا پروگرام تھا۔ یہ تربیت گاہ جولائی کے مہینے میں ہونے والی مدرسین کی تربیت گاہ کا ثمر ہے جو قرآن اکیڈمی کراچی میں منعقد ہوئی تھی۔ پروگرام کا آغاز ٹھیک صبح 11 بجے شروع ہوا۔ راقم نے بانی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب ''دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر'' میں موجود معرکتہ الآراء تحریر ''بداء الاسلام میں اسلام کی دو عظیم ترین حقیقتیں قرآن حکیم اور جہاد فی سبیل اللہ'' کا مطالعہ کروایا۔ اس تحریر کی خاصیت یہ ہے کہ یہ تحریر بانی محترم کی پوری تحریکی فکر کا نچوڑ ہے اور اُن کی پسندیدہ تحریروں میں سے ہے۔ اس میں بانی محترم لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ کے دور میں اسلام کی دو عظیم ترین حقیقتیں قرآن حکیم اور جہاد فی سبیل اللہ تھیں۔ قرآن حکیم نے جسے نبی کریم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے ضمن میں آلہ انقلاب کی حیثیت حاصل ہے غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو بیدار کیا اور شرک' الحاد' مادہ پرستی' حب عاجلہ اور حیوانیت محضہ جیسے مہیب اندھیروں سے نکال کر ایمان و یقین کی روشنی سے بہرہ ور فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پوری کائنات کو بدل کر رکھ دی۔ ایمان کی اس تبدیلی نے تصادم اور کشمکش کو جنم دیا جس کہ جملہ مدارج و مراحل کا جامع عنوان ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ لیکن جیسے ہی اسلام نے ایک مملکت اور سلطنت کی صورت اختیار کی ان دونوں کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی کیونکہ مملکت یا سلطنت میں اولین واہم ترین مسئلہ شہریت کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اصل زور ایمان کے بجائے اقرار اور شہادت پر اور باطن سے بڑھ کر ظاہر پر ہو گیا۔ نتیجتاً قرآن حکیم کے منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہونے کی حیثیت مؤخر اور نگاہوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی۔ جہاد پر ظلم قرآن سے بھی بڑھ کر ہوا اس لئے کہ قرآن تو خواہ چار میں سے ایک کی حیثیت ہی سے سہی بہرحال شریعت کے اصول اربعہ میں شامل تو ہے' جہاد تو نہ صرف یہ کہ اسلام کے ارکانِ خمسہ میں شامل نہیں بلکہ نظامِ فقہ میں بھی اس کی حیثیت فرضِ عین کی نہیں صرف فرض کفایہ کی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جہاد کا تصور بھی مسخ ہو گیا۔ اس مطالعہ کے بعد تحریر سے متعلق رفقاء کو ایک سوالنامہ بھی حل کرنے کے لئے دیا گیا۔

اس کے بعد تنظیم اسلامی کورنگی ٹاؤن کے امیر جناب عامر خان صاحب نے نظم کے حوالے سے رفقاء کو ہدایات دیں اور خاص طور پر اجتماعات میں شرکت کے حوالے سے وقت کی پابندی کا احساس دلایا' ہر اُسرہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا اور حلقہ کی جانب سے آئی ہوئی ہدایات سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ آخر میں حلقہ سندھ زیریں کے ناظم تربیت محمد عمران خان صاحب جو کہ پروگرام کے جائزے کے لئے حلقہ سے تشریف لائے ہوئے تھے پروگرام کی ترتیب کو پسند کیا اور کہا کہ صرف اونچی فکر ہونا ہمیں آخرت میں کامیابی نہیں دلا سکتا بلکہ اِس کے ساتھ ساتھ جو علم ہمیں حاصل ہو رہا ہے اُس پر عمل بھی کرنا ہوگا۔ ظہر کی اذان پر اِس تربیتی اجتماع کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: انجینئر نعمان اختر)

سانگلہ ہل: تین روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

مرکز تنظیم اسلامی کی طرف سے یہ سہ روزہ پروگرام 10 تا 12/اگست ترتیب پایا۔ پروگرام کے مطابق صبح 9 بجے دفتر حلقہ تنظیم اسلامی فیصل آباد (صادق مارکیٹ) سے آٹھ رفقاء تنظیم محمد اشرف وصی صاحب (معاون ناظم تربیت) کی امارت اور پروفیسر خان محمد صاحب (نائب امیر حلقہ پنجاب غربی) کی راہنمائی میں سانگلہ ہل ریلوے اسٹیشن کی مسجد گلزار کیلئے روانہ ہوئے۔ ساڑھے دس بجے سے ساڑھے گیارہ تک مقامی سینئر رفیق ڈاکٹر حیات اور نقیب اسرہ محمد اظفار صاحب کی مشاورت سے مساجد اور مقررین کی فہرست بنائی گئی۔ معاون ناظم تربیت محمد اشرف وصی صاحب نے اس سہ روزہ پروگرام کے ایجنڈے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسے تین عنوانات کے تحت تقسیم کیا

جا سکتا ہے (ا) ابلاغ (ب) دعوت اور (ج) تربیت۔ ہماری زیادہ تر توجہ ابلاغ اور دعوت پر مرکوز ہوگی اس کے علاوہ جو وقت ملے گا اس میں رفقاء کی تربیت کی جائے گی۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تنظیم اسلامی کے بنیادی فکر پر مشتمل مذاکرے سے ہوا جو بارہ سے ایک بجے تک جاری رہا۔ نمازِ ظہر کے بعد دوپہر کا کھانا اور آرام کے لئے وقفہ ہوا۔

بعد ازاں حسبِ پروگرام عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر علاقے کی مساجد میں بیان ہوا۔ 11/اگست کو صبح 9 بجے سے ایک بجے تک مذاکرہ ہوا۔ مذاکرے کا موضوع منہجِ انقلاب نبویؐ تھا۔ اس مذاکرے میں بھی تمام رفقاء نے دلچسپی لی اور کسی نے کم یا زیادہ گفتگو میں حصہ لیا۔ عصر اور مغرب کے مابین تین مساجد میں' مختلف ساتھیوں کا بیان ہوا۔ بعد از نمازِ عشاء پاکستانی چوک سانگلہ ہل میں جلسۂ عام کا انتظام کیا گیا تھا۔ مقرر چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب تھے آپ کی تقریر کا موضوع ''مقصدِ انسان'' تھا۔ آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو استعمال کر کے اپنے رب کو پہچانے۔ نیز انھوں نے سورۃ الحدید کی آیت نمبر 25 کی روشنی میں مقصدِ انبیاء اور سورۃ الصّف کی آیت نمبر 9 کی روشنی میں مقصدِ رسالتِ محمدی ﷺ بیان کیا۔ سامعین کی تعداد تقریباً چالیس سے پچاس تھی۔ 12/اگست کو حسبِ پروگرام 9 بجے تا 1 بجے تک مذاکرہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد مساجد میں بیان ہوا' اس طرح یہ تین روزہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

(مرتب: محمد اقبال' فیصل آباد)

ہارون آباد: ماہانہ شب بسری

''تنظیم اسلامی' حلقہ بہاول نگر و بہاولپور کے دیئے ہوئے تقریباً تمام پروگرام پر اپنے نظام الاوقات کے مطابق' صدقِ دلی اور پورے نظم کے ساتھ عمل ہو رہا ہے اگست کی خاص بات ''شب بسری'' ہے۔ یہ پروگرام 13/اگست بروز بدھ بعد نمازِ عصر' اُسرہ عمر فاروقؓ کی جامع القرآن' ہارون آباد میں منعقد ہوا۔ محترم جناب ذوالفقار علی صاحب نے ایمان کی پختگی اور یقین کی استقامت کے بارے میں گفتگو کی جو حاضرین نے پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنی۔ نماز مغرب کے بعد جناب ذوالفقار علی صاحب نے دین کے جامع تصور پر درس دیا' جس کے بعد راقم السطور نے اپنی لکھی ہوئی ''حمد'' رفقاء کو سنائی جو بہت پسند کی گئی۔ یہ ''حمد'' آپ کی خدمت میں ارسال تو کر رہا ہوں' لیکن ڈر ہے کہ اس کا حال بھی اس نظم جیسا نہ ہو جو میں نے پچھلے سال ''ندائے خلافت'' کے لئے بھیجی تھی۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا اور پھر نمازِ عشاء کے بعد جناب منیر احمد نے راہِ نجات کے موضوع پر سورۃ عصر کا مختصر مگر جامع درس دیا۔ آرام اور سونے کے وقفے کے بعد رفقاء کو ساڑھے تین بجے نماز تہجد کے لئے جگایا گیا۔ پھر نماز ترجمے کے ساتھ یاد کرائی گئی۔ نماز فجر کے بعد فہم القرآن کا سلسلہ وار درس ہوا اور اس کے ساتھ ہی شب بسری کا یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد عظیم)

[محترم محمد عظیم صاحب! آپ نے اشاعت کے لئے جو ''حمد'' عنایت فرمائی ہے' اُس کا شکریہ' لیکن آپ کو معلوم ہی ہے کہ ''ندائے خلافت'' انتہائی مختصر رسالہ ہے اور اس میں بہت سے مضامین شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو زیادہ تر نثر میں ہوتے ہیں اور منظومات کے لئے بہت کم جگہ نکل پاتی ہے]

(''ادارہ'')

رفقاء کے ''تفریغِ اوقات'' کا پروگرام ......رپورٹ اگست

ماہ اگست میں تیرہ رفقاء نے اپنے اوقات فارغ کئے۔ حلقہ پنجاب غربی (فیصل آباد) سے سات رفقاء نے وقت لگایا۔ گوجرانوالہ ڈویژن اور حلقہ سندھ زیریں (کراچی) سے دو' دو رفقاء نے اپنے اوقات دعوتِ دین کے لئے فارغ کئے۔ اور حلقہ سرحد جنوبی (پشاور' نوشہرہ) اور حلقہ پنجاب شمالی (راولپنڈی' اسلام آباد) سے ایک ایک رفیق نے اس ضمن میں وقت صَرف کیا۔

رفقاء کے فارغ کردہ ان اوقات میں سے اکثر کو مرکز کے شعبۂ دعوت کے تحت استعمال کیا گیا۔ ایک ہفت روزہ پروگرام مانسہرہ' شکیاری کے لئے ترتیب دیا گیا جس میں حلقہ پنجاب غربی اور پنجاب شمالی کے رفقاء نے حصہ لیا۔ کچھ رفقاء کی مختلف علاقہ جات میں بعض رفقاء کی دروسِ قرآن کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ نیز ایک رفیق کے اوقات کو شعبۂ مالیات میں استعمال کیا گیا۔ رفقاء نے ماہ ستمبر کے لئے بھی اپنے اوقات دے رکھے ہیں۔ تاہم ابھی اس ضمن میں انفاقِ وقت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ مرکز بھی اس نئے منصوبے کو زیادہ منظم انداز میں چلانے کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ ماہ اگست میں جن رفقاء نے بھی دعوتِ دین اور دیگر دینی تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر انفاق جان و مال کیا ہے وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کی مساعی کو قبول و منظور فرمائے اور اسے اُن کے لئے توشۂ آخرت بنادے آمین! (ڈاکٹر عبدالخالق)

لاہور: سیمینار ''نظریۂ پاکستان اور اُس کے تقاضے''

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اہم قومی اور ملی موضوعات پر گاہے بگاہے سیمینار منعقد کرتا رہتا ہے جس میں اکابرینِ تنظیم کے علاوہ اہل علم اور اصحاب فکر و دانش کو مدعو کیا جاتا ہے۔ ایسے پروگراموں سے نہ صرف رفقاء و احباب کی فکری تربیت کے مواقع میسر آتے ہیں بلکہ مہمان مقررین کو فکر تنظیم اسلامی سے شناسائی اور پہچان بھی حاصل ہوتی ہے۔ تنظیم اسلامی کے یہ سیمینارز لاہور کی سطح پر کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک سیمینار نظریہ پاکستان اور اس کے تقاضے کے عنوان سے 17 اگست کو ہمدرد کانفرنس ہال میں منعقد ہوا جس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے کی۔ حسب ضابطہ و روایت سیمینار کا آغاز قرآن مقدس کی آیات بینات سے ہوا۔ یہ سعادت جناب عبداللہ واحد کے حصے میں آئی۔ سیمینار کے سٹیج سیکرٹری کے لئے قرعہ فال لاہور چھاؤنی کے رفیق جناب محمد مبشر کے نام نکلا۔ سیمینار کے پہلے مقرر اور تقریب کے میزبان تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے امیر اور ندائے خلافت کے تجزیہ نگار جناب مرزا ایوب بیگ تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں سامعین اور مقررین کا شکریہ ادا کیا کہ وہ ان کی دعوت پر سیمینار میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے پاکستان کی نظریاتی اساس و بنیاد کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ قیامِ پاکستان کا اصل مقصد ریاست مدینہ کی طرز پر مثالی اسلامی ریاست کا قیام تھا تاکہ اس نئی مملکت کے اندر ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کی جملہ تعلیمات پر عمل کر کے دنیا کے سامنے مثالی اسلامی ریاست کا ماڈل اور نمونہ بطور مثال پیش کیا جا سکے۔ مگر حکمران طبقات نے ان تمام توقعات پر پانی پھیر دیا۔ ملک میں نہ تو اسلامی نظام ہی قائم ہو سکا اور نہ جمہوریت کی نشوونما ہو سکی۔ یوں پاکستان خوشحال ملک بننے کی بجائے ایک پسماندہ اور مفلوک الحال ریاست کا ''سمبل'' بن گیا۔ جناب مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ کوئی محبِ وطن پاکستان کو غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ ملک کی صورت میں دیکھنا نہیں چاہتا مگر عوام حکمرانوں کے آگے نصف صدی سے بے بس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک کو خوشحال اور فلاحی ریاست بنانے کا واحد راستہ اسلام کے عادلانہ نظام کا قیام ہے۔ انہوں نے مختلف مثالوں کے ذریعے واضح کیا کہ اسلام کا سماجی' سیاسی' معاشی نظام ہی ہماری بلکہ انسانیت کی جملہ پریشانیوں کا شافی علاج ہے۔ سابق وزیر اعلیٰ و سپیکر پنجاب اسمبلی اور معروف دانشور جناب محمد حنیف رامے جو ''ابھی تو میں جوان ہوں'' کا مکمل عکس ہیں۔ ان کا جوشِ خطاب اور اسلوبِ خطاب دونوں سامعین کے لئے متاثر کن ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جناب احسن اقبال نے ان کے خطاب کو ''جمبو جیٹ طیارے کی لینڈنگ سے مشابہ'' قرار دیا۔ رامے صاحب نے کہا کہ اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ جو لوگ پاکستان کو مسلمانانِ پاکستان کے لئے خوشحال ملک بنانا چاہتے تھے وہ بھی حصولِ مقصد میں ناکام رہے ہیں اور جو لوگ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا چاہتے تھے انہیں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ دونوں طبقات کی ناکامی کی اصل وجہ ان طبقات کے قول و فعل میں تضاد تھا (جسے اگر منافقت کا نام دیا جائے تو زیادہ درست ترجمانی ہوگی) انہوں نے کہا کہ مذہبی طبقہ نے اسلام کو عبادات تک محدود کر دیا ہے اور معاملاتِ زندگی کو یہ طبقہ اتنی زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ چنانچہ ملک کا سیکولر طبقہ جس قدر بنیادی اخلاقیات سے عاری ہے' دینی و مذہبی طبقہ بھی اسلامی تعلیمات سے اتنا ہی دور ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی بھلائی اور ترقی کے بغیر اسلامی ریاست کا تصور مکمل نہیں ہو سکتا۔ جناب محمد حنیف رامے نے کہا کہ اسلامی تعلیمات و احکامات کو روحِ عصر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کئے بغیر اسلام کو پوری انسانیت کا دین اور زمانے کا امام نہیں بنایا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف دور میں اگر پندرھویں آئینی ترمیم

منظور ہو جاتی تو دور ملوکیت پھر واپس آ جاتا جس کو ختم کرنے کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ رامے صاحب نے کہا کہ خوشحال و باوقار شہری ہی پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا سکتے ہیں بھوکی اور پسماندہ عوام کیسے پاکستان زندہ باد کے نعرے بلند کرے۔ انہوں نے کہا کہ غریب عوام کی امیدیں اور مرادیں پورے کئے بغیر اسلام کا کوئی تقاضا بروئے کار نہیں آ سکتا اور اس وقت پوری امت مسلمہ عالم کفر کے مقابلے میں بے حسی' بے غیرتی و بے حیائی کا مجسمہ بن چکی ہے۔ عالم اسلام کی موجودہ زبوں حالی کا اصل سبب علم و آگہی سے محرومی ہے۔ دنیا میں پھر سے عروج اور سربلندی حاصل کرنے کے لئے ہر شخص کو اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں انقلاب لانا ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنا چاہئے کہ صرف اور صرف انہیں کے پاس اللہ کا آخری پیغام ہے جس میں آزادی اور مساوات کی اعلیٰ ترین اقدار اپنی بہترین شکل میں موجود ہیں۔ انہوں نے علامہ اقبالؒ کے ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے یاد دلایا کہ مذہبی طبقات کو ''دہر میں عشق محمد سے اجالا کر دے'' کا فلسفہ تو یاد رہتا ہے مگر ''قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے'' والی عظیم حقیقت سے پہلو تہی کر جاتے ہیں۔

مسلم لیگ (ن) کے چیف کوآرڈینیٹر اور اسلام کی نمائندہ خاتون محترمہ آپا نثار فاطمہ کے فرزند جلیل جناب احسن اقبال جو سیمینار میں شرکت کے لئے اسلام آباد سے بطور خاص تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ نظریہ پاکستان کا مرکز و محور مسلمانان برصغیر کے لئے ایک ایسی ریاست کا قیام تھا جہاں اسلام کے اصولوں پر ہر شعبہ زندگی میں عمل کیا جا سکے مگر بدقسمتی سے 51ء سے لے کر آج تک سول اور ملٹری بیوروکریسی ملک کے اقتدار پر قابض چلی آ رہی ہے۔ یہی پاکستان کا اصل المیہ ہے انہوں نے کہا کہ قرارداد پاکستان نظریہ پاکستان کی جامع ترین آئینی دستاویز اور تشریح ہے۔ جناب احسن اقبال نے کہا کہ سول اور ملٹری بیوروکریسی کی تربیت' تعلیم اور ذہن سازی انگریز سامراج نے اپنے وفادار طبقے کی حیثیت سے کی تھی چنانچہ سیکولر کلچر اس طبقے کی آج بھی پہچان ہے۔ جاگیردار طبقات کو بھی یہی ٹولہ تحفظ فراہم کرتا ہے۔ پاکستان اگرچہ نظریاتی ریاست ہے مگر سیکولر مزاج حکمرانوں کی وجہ سے دو قومی نظریے کی اساس پر قائم ہونے والی ریاست کا غیر اعلانیہ نصب العین اور ماٹو لادینی نظام کا فروغ و استحکام بن کر رہ گیا ہے۔ حکمرانوں کی ہر پالیسی اور منصوبہ ان کی اسی سیکولر سوچ کا مظہر اور عکاس نظر آتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ قوم کی سوچ اور طرز فکر اور ہے جب کہ حکمران طبقات کی ترجیحات مختلف ہیں۔ ملی زندگی کا موجودہ انتشار اسی ذہنی و فکری تضاد اور ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر فوجی آمر نے اپنے غیر قانونی اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے جعلی مسلم لیگ قائم کر کے اسے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔ مشرف بھی یہی کچھ کر رہے ہیں۔ جناب احسن اقبال نے کہا کہ آج مشرف کا روشن پاکستان درحقیقت امریکہ کا غلام پاکستان بن چکا ہے۔ ملک کو اس نئی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے ملک کا اقتدار عوام کے حقیقی نمائندوں کو لوٹایا جانا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور علم و آگہی کا عہد ہے۔ عالم اسلام کو اپنی علمی پسماندگی کو جدید علم اور ٹیکنالوجی کے ذریعے دور کرنا ہوگا۔ یہی چیز اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمت کا ذریعہ بن سکتی ہے اور اسی طریقے سے پاکستان عالمی سطح پر اسلام کی احیائی تحریک کا رہبر و پاسبان بن کر ابھر سکتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کا حصول ہی وہ راستہ ہے جو ہماری ترقی کی تمام راہیں کشادہ کر سکتا ہے' اسی لئے کہ قرآن ہی علم و عرفان کا سرچشمہ ہدایت اور نسخہ کیمیا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ نظریہ پاکستان مختلف فیہ نہیں ہے۔ قیام پاکستان کے محرکات کے بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ پاکستان کا نظریہ صرف اور صرف ''اسلام'' ہے چنانچہ احیائے اسلام اور نفاذ اسلام ہی حصول پاکستان کا اصل محرک تھا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں جاری جاگیرداری اور سرمایہ داری کا ظالمانہ نظام اسلام کے نظامِ عدل کے حسین چہرے پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظامِ ظلم کو ختم کئے بغیر پاکستان کو نہ تو خوشحال بنایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی نظریاتی اساس کو مستحکم و مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ملک کی موجودہ پسماندگی کی تمام تر ذمہ داری سیکولر حکمران طبقے پر عائد ہوتی ہے کہ وہی اس ملک کے اقتدار اعلیٰ پر قیام پاکستان سے لے کر آج تک قابض چلا آ رہا ہے۔ اسی طبقے نے آزاد و خود مختار پاکستان کو عملاً امریکی غلامی میں دے رکھا ہے۔ پاکستان کا نظریاتی تشخص اسلام سے وابستہ ہے مگر حکمران طبقہ اسے مسخ کرنے کی ناپاک سازشوں میں مصروف عمل ہے۔ ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے اور امریکی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے تمام دینی جماعتوں اور مسلم لیگ کو مشترکہ جدوجہد کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور وفاقی شرعی عدالت کے سود کی حرمت کے تاریخی فیصلے کو غیر موثر کر کے نظریہ پاکستان اور آئین سے دانستہ انحراف کیا جا رہا ہے۔

یوں یہ پُر مغز' سنجیدہ اور اپنی نوعیت کا منفرد اور باوقار سیمینار اختتامی دعا پر ختم ہوا۔ اگلے دن کے تمام اردو و انگریزی اخبارات اور ''جیو ٹی وی'' نے سیمینار کی بھرپور کوریج کی جو سیمینار کی کامیابی کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دین کی عظمت کے قیام اور اس کی سربلندی کے لئے مصروف عمل لوگوں کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: وسیم احمد)

<u>پریس ریلیز</u>

صدر مشرف کا نظامِ خلافت کے متعلق بیان اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ یہی نظام ملت اسلامیہ کے اتحاد کی سب سے بڑی علامت ہے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 12 ستمبر 2003ء کے خطابِ جمعہ کے اختتام پر بیان کئے گئے حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے اخبارات کو بھیجا گیا پریس ریلیز

یہود و نصاریٰ نہیں چاہتے کہ خلافت کا ادارہ دوبارہ قائم ہو۔ بدقسمتی سے صدر مشرف دانستہ یا نادانستہ طور پر ان ہی کی زبان بول رہے ہیں۔ آج خلافت قائم نہ ہونے کی وجہ ہی سے امت انتشار و افتراق کی شکار ہے۔ جن اسلام دشمنوں نے خلافت کو ختم کیا تھا آج وہ اس ادارے کی غیر موجودگی کے باعث ہی امت کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں۔ صدر مشرف جس موجودہ جمہوری نظام کی بات کر رہے ہیں اس کا باطن چنگیز سے تاریک تر ہے۔ موجودہ جمہوریت دراصل آمریت کی بدترین شکل ہے۔ اس جمہوری نظام کے سب سے بڑے نمائندہ ملک امریکہ کی جمہوریت درحقیقت سرمایہ داروں کی آمریت ہے جبکہ عوام الناس اس حماقت اور خود فریبی میں مبتلا ہیں کہ ان کی رائے سے نظام چل رہا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ دار طبقہ میڈیا کے ذریعے عوام کی رائے کو اپنے حق میں استعمال کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوریت اپنی اعلیٰ ترین صورت میں ہمیں صرف خلافت راشدہ کے نظام میں نظر آتی ہے' اس دور میں آزادیٔ رائے' مساوات اور شورائیت کی جو مثالیں ملتی ہیں ان کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔

ہمارے بعض دانشور صدر صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اکثر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہاں قائداعظم اور علامہ اقبال کے تصورات کے مطابق اسلام آنا چاہئے۔ حالانکہ قائداعظم اور اقبال تو اس ملک میں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ قائداعظم نے اپنی وفات سے چند روز قبل بھی یہی کہا تھا کہ اب یہ پاکستان کے مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں۔

صدر مشرف جان لیں کہ اس ملک کی منزل خلافت راشدہ ہے' وہ نظام نہ آیا تو ہم جو امریکہ کے ہاتھوں بہت حد تک پہلے ہی ملک کی آزادی سے دستبردار ہو چکے ہیں' بالکل ہی محروم نہ ہو جائیں۔ انہوں نے کہا پاکستان میں مارشل لاء' آمریت اور جمہوریت سب کو آزما چکے ہیں' اب اس ملک کی بقا کا ایک ہی راستہ ہے کہ یہاں نظام خلافت قائم کیا جائے۔

humane society, is to express the basic tenets of an ideal Islamic State as given by Prophet Muhammad (SAW), as well as to describe the most remarkable features of the era of *Al-Khilafah Al-Rashidah*. Both the evolution of social thought and development of political institutions that took place in Europe after the decline of the Muslim *Ummah* have as their foundations the highest ideals of social justice that were given to mankind by the Holy Prophet (SAW) himself. The movements of Renaissance and Reformation appeared in Europe predominantly under the influence of German, French, and Italian scholars returning from Universities of Cordova, Toledo, and Granada in Muslim Spain, and carrying with them novel and revolutionary ideas. There is, therefore, nothing wrong in taking from the West what she has acquired by the application of principles originating from Islam itself. Just as we use the technological innovations that were developed by non-Muslim scientists, we should also make full use of the modern political institutions, in accordance with the spirit of Islam.

(C) As far as the details of the workings of state and government is concerned, there is no definite and binding framework provided to us by the Qur'an and *Sunnah*. As a matter of fact, all the various forms of government that are in vogue today are essentially permissible in Islam. From an Islamic point of view, it does not make any difference if the government is unitary, confederal, or federal, and whether it is presidential or parliamentary, etc. However, we do need to recognize that the system of the *Al-Khilafah Al-Rashidah* was a unitary system and closer in spirit to the modern presidential form of government as compared to the parliamentary form. We also need to realize that this is not binding for us. In this regard, the form of government that has been developed in the United States of America represents the highest stage of political evolution, and we can certainly learn a lot from this system. The American form of government is presidential and federal, with maximum autonomy to the states and maximum decentralization of authority. As far as Pakistan is concerned, we believe that the best option is a federal and presidential form of government. At the same time, the decentralization of authority and maximum autonomy of the federating units is a very important requirement of the modern spirit that must not be ignored.

It is important to emphasize the point that there is no definite form or structure of government in Islam. All we have been provided with are certain basic principles and ideals that we must uphold and implement, although the exact manner of their implementation may vary according to the changing social and political conditions. In this context, we believe that there are three basic principles that, if incorporated in any form of government, will lead to the establishment of the System of *Khilafah*. These three principles are as follows:

1) Sovereignty belongs to Almighty Allah (SWT) alone;
2) No legislation can be done at any level that is totally or partially repugnant to Qur'an and *Sunnah*; and
3) Full citizenship of the state is for the Muslims only, while non-Muslims are a protected minority.

If these three principles are incorporated in their true spirit in any form of government, it will become an Islamic State or embodiment of the System of *Khilafah*, irrespective of the specific details of governance.

*** Excerpt taken from *Khilafah in Pakistan : What , Why & How* by Dr. Israr Ahmed ***

Vol : 12 Regd.No.LRL-50 No.34
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Khilafah on the Pattern of Prophethood: Implementation in Modern Times

Dr. Israr Ahmed

In this context, the following points should be noted:

(A) Two terms should be clearly distinguished from each other. *Khilafah Ala Minhaj Al-Nabuwwah* can be translated as the "System of Caliphate on the pattern of prophethood." This term is applicable both to the era of *Al-Khilafah Al-Rashidah* — the Rightly Guided Caliphate following the demise of the Holy Prophet (SAW) — as well as to the age of *Khilafah* that will make its appearance in the future. Although "Caliphate on the pattern of prophethood" will certainly be established in the world, in accordance with the prophecies of the Holy Prophet (SAW), the era of the "Rightly Guided Caliphate" will never be recreated. In other words, there is no possibility of establishing an exact replica of *Al-Khilafah Al-Rashidah* in modern times. I would substantiate this statement with the following four arguments:

- The age of the Rightly Guided Caliphate was, in fact, an appendix or addendum of the age of prophethood itself. Since the institution of prophethood has come to an end, there can be no possibility of another Rightly Guided Caliphate.
- The four Rightly Guided Caliphs of Islam were trained and educated by the Prophet (SAW) himself, who had purified the souls of his Companions (RAA) to the utmost degree. This feat of training and purification as achieved by the Holy Prophet (SAW) cannot be repeated by anyone, ever. Since we can never have such a high level of sincerity of intent, integrity of character, and inner purification that was the hallmark of the Companions (RAA), we cannot hope to re-create the kind of rule that was *Al-Khilafah Al-Rashidah.*
- There was a clear-cut and unambiguous hierarchy among the Companions (RAA) of the Holy Prophet (SAW). It was well-known as to who were the *Ashra Mubashirah*, the People of Badr, the People of the *Baiy'ah Al-Ridwan*, and so on. This factor too will be absent in our times.
- The society was basically tribal in character. This meant that instead of having adult franchise, it was sufficient to take the opinion of the elders of each clan before taking any important decision. This is no longer the case in our times.

Due to the four reasons given above, it is simply impossible to re-establish an exact replica of *Al-Khilafah Al-Rashidah* in modern times.

(B) Since we cannot recreate as such the Islamic Order as it functioned during the age of the Rightly Guided Caliphate, we must adopt the following principle: we should take the principles and ideals from the model of the Prophet Muhammad (SAW) and the Rightly Guided Caliphs (RAA), and then incorporate these principles and ideals in the political institutions that have been developed in the contemporary civilized world as a result of the process of social evolution.

It should be noted that the concepts of political and economic rights of man, which are claimed to have been born and developed in the West, were actually derived and borrowed from the teachings of Prophet Muhammad (SAW). Thus, to say that all human beings are born equal, that every human being has certain inalienable rights (including the provision of basic necessities of life) concerning which there must not be any discrimination on the basis of gender, race, color, caste, or creed, and that all forms of exploitation — whether political or economic — must not be allowed to continue in a decent and